امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 4 شعبان المعظم 1436ھ مطابق جون 2015ء شمارہ 4

"عزم" کا آغاز اور شمالی زون میں مجاہدین کی کاری ضربیں

پگواش کے سیمینار میں امارت اسلامیہ کے وفد کا بیان

- شمال "عزمی" لہروں کی لپیٹ میں
- قطر کانفرنس کس کے مفاد میں؟
- فولادی عزم
- گیمبیا : اور اس کا جرات مندانہ فیصلہ
- افغانستان، ایک بار پھر طالبان حکومت کے انتظار میں

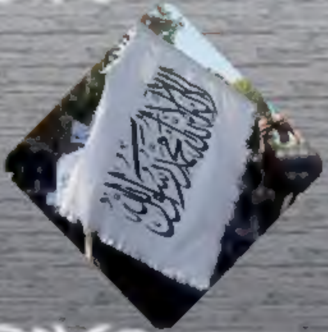

ملک کا 65 فیصد حصہ دشمن کے وجود سے پاک ہو چکا ہے۔

امارت اسلامیہ کے ترجمان قاری یوسف احمدی سے گفتگو

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال مامن نبی بعثہ اللہ تعالیٰ فی امۃ قبلی الاکان لہ من امتہ حواریون واصحاب یأخذون بسنتہ ویقتدون بامرہ ثم انہا تخلف من بعدھم خلف یقولون مالایفعلون ویفعلون مالایؤمرون فمن جاھدھم بیدہ فھومؤمن ومن جاھدھم بلسانہ فھوموٴمن ومن جاھدھم بقلبہ فھومؤمن ولیس وراء ذلک من الایمان حبۃ خردل، [رواہ مسلم]

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" اللہ تعالیٰ نے جو پیغمبر بھی مجھ سے پہلے کسی امت میں بھیجا تو اس کے کچھ حواری اور لائق اصحاب ہوتے تھے جو اس کے طریقے پر چلتے اور اس کے حکم کی پیروی کرتے تھے۔ پھر ایسا ہوتا تھا کہ ان کے نالائق پسماندگان ان کے جانشین ہوتے تھے اور ان کی حالت یہ ہوتی تھی کہ وہ کہتے تھے اور خود وہ کام نہیں کرتے تھے اور جن کاموں کا ان کو حکم نہیں دیا گیا تھا ان کو کرتے تھے، تو جس نے ان کے خلاف اپنے دست وبازو کے ساتھ جہاد کیا وہ مومن ہے، اور جس نے [بوجہ مجبوری] صرف زبان ہی سے ان کے خلاف جہاد کیا وہ بھی مومن ہے، اور جس نے [عجز کی صورت میں] صرف دل ہی سے ان کے خلاف جہاد کیا [یعنی دل میں ان سے نفرت کی اور ان کے خلاف غیظ وغضب رکھا] تو وہ بھی مومن ہے لیکن اس کے بغیر رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔

فرمان امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ

مجاہد ہم وطنو!

ہمارا ملک خود مختاری اور آزادی کی چوکھٹ پر ہے۔ ہمیں یقین ہے اللہ تعالیٰ جارحیت اور ظلم کے خاتمے کے ساتھ ایک پرسکون اسلامی نظام کی نعمت سے ہمیں ضرور بہرہ ور فرمائیں گے۔ انشاء اللہ

افغانستان تمام افغانوں کا مشترکہ گھر ہے۔ ہر افغان کو اس کی خدمت کا حق حاصل ہے۔ امارت اسلامیہ ایسا ایک نظام قائم کرے گی جس میں افغانی معاشرے کے تمام طبقات اور تمام خطوں کو اپنی نمائندگی نظر آئے کسی کو بھی اجنبیت کا احساس نہ ہو۔ اقتصادی حوالے سے عالمی تعاون اور سرمایہ کاری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے زراعت، مویشی اور معدنیات نکالنے پر توجہ مرکوز کی جائے، انفراسٹرکچر کی بحالی، تعمیر نو اور تیکنیکی مہارتوں پر خصوصی توجہ دے۔ ایسا جو معاشرے کا خادم ہو اور تمام تعلیمی، تربیتی، ثقافتی، معاشرتی، عمرانی اور تعمیر نو کے شعبوں میں انصاف اور شفافیت کے ساتھ عوام اور ملک کی خدمت کرے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ شریعت امارت اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے، جو امارت اسلامیہ کے میڈیا ونگ اور ثقافتی کمیشن کی زیر نگرانی شائع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری کشمکش، حالات وواقعات اور مظلوم مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے بھیانک مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 4 شعبان المعظم 1436 بمطابق جون 2015ء شمارہ 4

عکس درون

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
1	"عزم" کا آغاز اور شمالی زون میں مجاہدین کی کاری ضربیں	2
2	پگواش کے سیمینار میں امارت اسلامیہ کے وفد کا بیان	3
3	شہید حافظ عبدالرحیم صاحب کی سوانح حیات	8
4	افغانستان، ایک بار پھر طالبان حکومت کے انتظار میں	13
5	ایران کی جانب سے سعودی عرب پر حملے کی دھمکی اور جنگ کے خطرناک پہلو	14
6	امارت اسلامی کے ترجمان قاری یوسف احمدی سے گفتگو	19
7	فولادی عزم	22
8	پگواش کانفرنس میں شرکت امارت اسلامی کی سیاسی فتح	23
9	گستاخانہ خاکوں کی دوبارہ اشاعت، مغرب کی پست ذہنیت کی عکاس ہے	25
10	شمال "عزمی" لہروں کی لپیٹ میں	27
12	گیمبیا: اور اس کا جرات مندانہ فیصلہ	29
13	انقلاب کی بنیادی شرط	31
14	حکومت کے متضاد دعوے	33
15	قطر کانفرنس کس کے مفاد میں؟	34
16	فوج اور پولیس کے معذور اہلکار، حکومت اور عوام نے نظر انداز کردیا	35
17	جنگی جرائم [اپریل 2015]	37
18	مغرب نواز اسلامی دانشوروں کے بارے میں	38
19	افغانستان اپریل 2015	39
20	رجب المرجب کے مہینے میں ہونے والے کارروائیوں کا جدول	44

مدیر اعلیٰ

ولید افغان

نائب مدیر

شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ

مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ: 30 روپے

سالانہ زر تعاون: 350 روپے

سالانہ زر تعاون

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور یورپی ممالک..........40 ڈالر

سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات..........30 ڈالر

بنگلہ دیش..........28 ڈالر

www.shahamat-urdu.com

shariatmagazine@yahoo.com

www.twitter.com/shariatmagazine

www.facebook.com/shariatmagazine

اداریہ

مدیر اعلیٰ

”عزم“ کا آغاز اور شمالی زون میں مجاہدین کی کاری ضربیں

دین وملت کی دفاع، نفاذ شریعت اور ملک کو بیرونی غاصبین اور ان کے ناپاک ارادوں کو عملی جامہ پہنانے والے ان کے کاسہ لیسوں سے نجات دلانے کے لئے گزشتہ چودہ برسوں سے ملت کے فرزندوں، دین اسلام کے جیالوں اور وفادار سپوتوں نے اپنے جان ومال کی قربانیاں دیتے ہوئے جہادی سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے جس میں ہر سال موسم بہار کی آمد پر نئے ذوق، جذبے، طرز وترتیب، نئے عزائم اور نئے نام کے ساتھ اس سلسلہ کی عملی تجدید کرکے مزید پیش رفت کرتے ہیں۔

امارت اسلامیہ نے گزشتہ برسوں کی طرح اس بار بھی اس جہادی سلسلے کو جاری رکھنے اور اس کی عملی تجدید کے لئے ”عزم“ کے نام کا انتخاب کیا ہے، نام میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ امسال چاہے وسائل ہوں یا نہ ہوں، کم ہوں یا زیادہ، نئے ہوں یا پرانے اس سے کوئی غرض نہیں لیکن آپریشن مضبوط ارادوں اور پختہ عزائم کے ساتھ کی جائے گی اور دشمن پر ایسے کاری اور کمر توڑ ضربیں لگائی جائیں کہ وہ شکست کی آخری حدوں تک پہنچ جائے۔

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے ان بلند وپاک عزائم کو عملی صورت بخشی اور ابھی جب کہ اس آپریشن کا آغاز ہی ہے اور اسے شروع ہوئے دو ماہ کا عرصہ بھی نہیں گزرا ہے مجاہدین کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ پورے پورے اضلاع فتح کروا رہا ہے، ایک ایک حملے میں بڑے بڑے فوجی مراکز، بیسز اور چھاؤنیوں پر قبضہ کیا جاتا ہے، آئے روز نوجوان جوق در جوق دشمن کی صفوں سے نکل کر مجاہدین کی صفوں میں شامل ہو رہے ہیں اور اب تو حالت یہ ہے کہ ہر حملے میں دشمن کو خطیر جانی ومالی نقصانات پہنچنے کے ساتھ ساتھ اس کے اتنے افراد مجاہدین کے ہاتھوں قید ہو جاتے ہیں کہ ان کے بارے میں شرعی فیصلہ ہونے تک مجاہدین کے لئے ان کا سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔

مجاہدین کی یہ کامیاب کارروائیاں ملک کے کونے کونے میں جاری ہیں خاص کر شمالی زون جو کہ بدنام زمانہ اتحاد ”شمالی اتحاد“ کی جنم بھومی ہے، اسی بدنام اتحاد کے سرغنوں کا مسکن ہے، سرزمین افغانستان پر بیرونی یلغار سے قبل یہی وہ جگہ تھی جہاں امریکا کے ساتھ وطن فروشی کے معاہدے ہوئے اور وہ امریکی جو ایک ماہ کی سرتوڑ کوششوں کے باوجود افغانستان میں قدم رکھنے پر قادر نہیں ہوئے تھے اسی شمالی اتحاد کے گماشتوں کی مدد سے وہ انتہائی آسانی سے افغانستان میں داخل ہوئے۔ شمالی اتحاد کے ان سرغنوں کے پاس اب بھی اس علاقے میں بڑے مسلح لشکر اور اسلحہ کے ڈھیر موجود ہیں۔ قابض فوج اور کابل کے کٹھ پتلی ادارے نے لاکھ کوشش کی کہ اس علاقہ کو مجاہدین سے محفوظ رکھے اور مجاہدین کو یہاں کسی قسم کی کامیابی حاصل نہ ہونے پائے۔ لیکن الحمدللہ! امارت اسلامی کی قیادت دشمن کے ان ناپاک ارادوں سے غافل نہیں، شمالی زون کی اسٹریٹجک اہمیت سے باخبر ہے اور وہ نہیں چاہتی کہ وطن عزیز کی ایک انچ زمین بھی دشمن کے پاس رہے۔ اسی لئے شروع ہی سے قیادت نے ملک کے دوسرے علاقوں سمیت یہاں بھی مجاہدین کو فعال بنانے کے لئے کامیاب کوششیں جاری رکھی ہوئی تھیں جس کی بدولت یہاں کے اکثر علاقوں میں مجاہدین کو خاطر خواہ کامیابیاں ملیں تھیں۔ جس کو دیکھتے ہوئے دشمن نے کئی بار اپنے اندیشوں کا اظہار بھی کیا ہے لیکن آپریشن ”عزم“ کے آغاز پر یہ عزم کیا گیا تھا کہ اسی شمالی زون جس کو داخلی وخارجی دشمن اپنے لئے محفوظ پناہ گاہ سمجھتے ہیں پر خصوصی توجہ دی جائے گی اور جس علاقے کو دشمن اپنے لئے محفوظ سمجھتا ہے اسی میں ہی اس کو اس طرح مارا جائے کہ اسے اپنی شکست یقینی لگے۔ یہ صرف ارادہ نہیں بلکہ سچا اور مضبوط عزم تھا اس لئے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امارت اسلامی نے اسی شمالی زون میں ایسی کامیابیاں اور فتوحات حاصل کی ہیں جنہیں دیکھ کر پوری دنیا حیران ہے، امریکا سمیت تمام بیرونی دشمنوں کے ہوش اڑ گئے ہیں اور کٹھ پتلی ادارے کی بیرونی دنیا سے مدد، تعاون اور شکایات کی چیخیں آسمان کو چھو رہی ہیں۔

بیرونی مکار وعیار قابض قوتوں نے اپنے مفادات اور مذموم مقاصد کے حصول کے لئے گزشتہ 14 برسوں سے افغانستان کو قومی، لسانی اور قبائلی اعتبار سے تقسیم کرنے کی بہت کوشش کی لیکن شمالی زون میں جاری کامیاب جہادی کارروائیوں نے دشمن کی تمام تر امیدوں کو خاک میں ملا دیا ہے، دشمن کی کوششوں کی اس ناکامی سے سب کو معلوم ہوا کہ وطن عزیز کے ہر ہر کونے میں عوام منافقین کے ساتھ نہیں بلکہ مجاہدین کے شانہ بشانہ کھڑی ہے۔ اور دشمن کو بھی یقین ہو چلا ہے کہ افغان قوم لسانی، علاقائی اور قبائلی لحاظ سے تقسیم ہونے والی قوم نہیں بلکہ یہ ہر دشمن کے مقابلے میں ایک متحد ومتفق قوم ہے اسی اتحاد واتفاق کی برکت سے اس قوم نے سکندر رومی اور چنگیز خان سے لے کر کل کے انگریز، روس اور آج کے امریکا تک دنیا کی ہر قابض طاقت کو شکست سے دوچار کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ قوم اپنی اتحاد واتفاق کو برقرار رکھنے کے لئے نہ صرف یہ کہ کوشش کرتی ہے بلکہ ضرورت کے وقت اس کے لئے اپنے مال وجان کی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرتی اور کسی کو بھی یہ اجازت نہیں دیتی کہ وہ ان کے اتحاد واتفاق کو تفریق میں تبدیل کر سکے۔

یہ قوم ہمیشہ سے متحد تھی، متحد ہے اور ان شاء اللہ متحد رہے گی۔

پگواش کے سیمینار میں

امارت اسلامیہ کے وفد کا بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید:

الحمد لله رب العلمين والصلاة والسلام على سيدنا ونبينا محمد وآله وأصحابه أجمعين. أما بعد:

قال الله تعالى، أعوذ بالله من الشيطن الرجيم: (لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا.) صدق الله العظيم. سورة النسأ، آية ۱۱۴

سب سے پہلے پگواش کی عالمی تنظیم خصوصاً اس کے سیکرٹری جنرل جناب پروفیسر پاولو کوٹا راموسینو اور ان کے ساتھیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی کوششوں سے اس اجتماع کا انعقاد ممکن ہوا۔ اسی طرح قطر کے مسلمانوں اور برادر حکومت کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس اجتماع کے شرکاء کے لیے ضروری سہولیات مہیا کیں ساتھ ہی آنے والے شرکاء کو سلام اور احترام پیش کرتا ہوں۔

محترم حاضرین! اگر افغانستان کی مختصر تاریخ دیکھ لیں، تحریک اسلامی طالبان افغانستان اس وقت سامنے آئی جب یہاں کسی کی جان محفوظ تھی نہ مال، ہر طاقتور اپنے علاقے میں اپنی مرضی کی حکومت چلا رہا تھا۔ اس کا کہنا ملک کا قانون بن جاتا تھا۔ ملک شکست وریخت کی جانب گامزن تھا۔ عالمی برادری بھی ان حالات کو دیکھ رہی تھی اور خاموش تماشائی بنی کھڑی تھی۔ اس حوالے سے ان کے پاس کوئی منصوبہ تھا نہ کوئی ارادہ۔ ان حالات میں کچھ مخلص افغان مجاہدین اور دینی مدارس کے کچھ طلبہ عالی قدر امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ کی قیادت میں طالبان تحریک کی صورت میں عوام کی نجات کی خاطر اٹھے۔

یہ ایک افغانی اور اسلامی تحریک تھی جس کی قوت کا سرچشمہ عوام کی حمایت اور محبت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ مختصر عرصہ میں بہت سے علاقوں میں امن اور صلح کی فضا قائم کرنے میں کامیابی حاصل ہوئی۔ لوگوں کے جان، مال اور عزت محفوظ ہوگئی۔ منشیات کی اسمگلنگ اور کاشت کا خاتمہ ہوا۔ ملک کی شکست وریخت کا راستہ روکا گیا اور ملک میں اسلامی نظام نافذ کردیا گیا۔ لیکن بدقسمتی سے آغاز سے ہی نئے بننے والے اس نظام کے خلاف مختلف ممالک اور حلقوں کی جانب سے منفی پروپیگنڈے کا آغاز کردیا گیا اور ہر دن اس کے خلاف نئی سازشیں بنی جانے لگیں۔

ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ امارت اسلامیہ کے ارکان اور متعلقین نے تجربہ نہ ہونے کے باعث کچھ غلطیاں کی ہوں گی اور کچھ ادھورا پن رہا ہوگا مگر ان کا مقصد اسلامی نظام کی شکل میں مجاہدین کی قربانیوں کا ثمرہ حاصل کرنا تھا جو آپسی خانہ جنگی کے باعث ابھی تک حاصل نہ ہوسکا تھا۔ بلکہ یہ جنگیں جہاد اور مجاہدین کی بدنامی کا باعث بن گئی تھیں۔ افسوس یہ سازشیں اس وقت تک جاری رہیں جب تک امریکا اور اس کے اتحادیوں نے دہشت گردی کے بہانے افغانستان پر جارحیت نہ کردی اور امارت اسلامیہ کی علانیہ حکومت کا خاتمہ نہ کیا۔

جارحیت کے بعد یعنی اکتوبر 2001 سے آج تک کچھ کم چودہ سال کا عرصہ گزر چکا ہے امریکا اور اس کے اتحادیوں نے افغان عوام اور مجاہدین کے خلاف ہر طرح کے حربے اور وسائل کا استعمال کیا۔ ہزاروں افغان باشندوں کو جن کا ستمبر کے واقعے سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہ تھا بے رحمی سے شہید اور زخمی کردیا۔ کیمیائی اسلحے کا استعمال کرکے ہلاکت خیز بیماریوں میں انہیں مبتلا کیا۔ بہت سے بے گناہ لوگوں کو بگرام، گوانتاناموا اور دیگر خفیہ اور علانیہ جیلوں میں ڈالا اور انہیں شدید مظالم کا نشانہ بنایا۔ بلا کسی عدالتی کارروائی کے سالہا سال تک انہیں جیلوں میں رکھا۔ بہت سے اب بھی انہی جیلوں میں مظلومیت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ ان کے گھر اور باغیچے تباہ کردیے گئے۔ ہمارے دینی شعائر اور شہداء کے اجساد کی بے حرمتی کی گئی۔ یہاں تک کہ تعزیتی مجالس، جنازوں اور شادیوں کی تقریبات پر بمباریاں کیں۔ مگر طاقت کی یہ اسٹریٹیجی ہلاکتوں اور تباہیوں سے زیادہ کوئی کامیابی نہ لاسکی۔ محض افغان باشندوں کو ایک انسانی المیہ دیا گیا۔

دوسری جانب امریکا کو مادی اور جانی نقصان اٹھانے پڑے اور اس کی عالمی ساکھ متاثر ہوئی۔ انسانی حقوق کی دفاع اور تحفظ کے حوالے سے اپنے سابقہ دعووں پر خود کر اس کی لکیر کھینچی۔ اس کے اپنے مختصر اور طویل المیعاد سارے منصوبے ادھورے رہ گئے۔ اگر پھر

بھی یہ سٹریٹیجی اسی طرح جاری رہی تو اس کا مزید کوئی مثبت فائدہ پھر بھی نہیں نکلے گا۔ بلکہ افغان باشندوں کو نقصان پہنچانے کے بسبب امریکا اور اس کے اتحادی حسب سابق خود مزید نقصان اٹھائیں گے۔ اگر جارح ممالک چاہتے ہیں کہ افغانستان میں حالات تبدیل ہوں تو سب سے پہلے معروضی حقائق پر مبنی پالیسی سامنے لائیں۔ افغان عوام کا قانونی حق ان کی خود مختاری اور انکی مرضی کا نظام تسلیم کرلیں۔ یہ اس لیے کہ امن انصاف کے قیام سے آتا ہے ظلم، جارحیت، اور طاقت کے ذریعے نہیں آتا۔ ہمارے ملک کی تاریخ اس نکتے کا بہترین گواہ ہے۔ ہم چاہتے ہیں اس تمہید کے بعد ذیل کے موضوعات کے حوالے سے اپنا نقطہ نظر پیش کریں۔

موجودہ حالات:

افغانستان کے موجودہ حالات جارحیت اور اس کے نتیجے میں بنائی جانے والی غلط پالیسیوں کا نتیجہ ہیں۔ ایک جانب ملک عملی طور پر جارحیت کا شکار ہے۔ بیرونی فوجی افغان باشندوں کے گھروں پر نائٹ آپریشن کرتے ہیں۔ بے گناہ لوگوں کو ان کے اہل خانہ کے سامنے شہید کردیتے ہیں۔ اندھی بمباری کرتے ہیں۔ افغان عوام کے مقدس اسلامی شعائر کی توہین کرتے ہیں۔ مسلح لشکر اور کابل حکومت سے متعلق دیگر مسلح افراد لوگوں کے مال، جان اور عزت سے کھیلتے ہیں۔ ان کے گھر اور جائیدادیں غصب کرتے ہیں۔ بالخصوص خواتین کی زندگی کو [جو ان کا بنیادی حق ہے] خطرات کا سامنا ہے۔ باوثوق رپورٹس کے مطابق سینکڑوں خواتین مختلف طریقوں سے زیادتیوں کا نشانہ بن کر قربان کردی جاتی ہیں۔ بہت سی خواتین اس کشمکش میں اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہیں۔

افغانستان دنیا میں کرپشن اور منشیات کی اسمگلنگ کی فہرست میں پہلے نمبر پر ہے۔ یہی وہ اسباب اور دلائل ہیں جس کی وجہ سے ملک ایک بڑے بحران اور نامعلوم مستقبل کی جانب بڑھ رہا ہے۔ دوسری طرف ملک کے اسلامی اور قومی روح کے خاتمے کی کوششیں جاری ہیں۔ ظاہری اور خفیہ ہاتھ ملک کے برادر اقوام کے درمیان نفرت اور بیزاری کے بیج بو رہا ہے۔ ملک کے اندر ایسے حلقوں اور شخصیات کو استعمال کیا جارہا ہے جنہیں ملک کے قومی مفادات کی جگہ غیروں کے مفاد زیادہ عزیز ہیں۔ جن کی وجہ سے ہمارے قومی مفادات کو خطرات لاحق ہیں۔ یہ ساری چیزیں افغانستان کے موجودہ بحرانی حالات پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہیں۔

ان تمام ترناگواریوں کے مقابلے میں موجودہ مزاحمت ایک اسلامی اور قومی تحریک ہے۔ موجودہ جہادی مزاحمت اگر عوامی تحریک نہ ہوتی تو عالم اسباب میں ایک تنظیم بطور ایک تنظیم یا گروہ کبھی پانچ سو ایسے ممالک سے جو جدید ترین اسلحہ سے مسلح ہوں کبھی مقابلہ نہیں کرسکتی۔ لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ امارت اسلامیہ ملک کے اکثر حصوں میں موجود ہے۔ لوگ اپنے قضیے کابل انتظامیہ کی عدالتوں کی بجائے امارت اسلامیہ کی عدالتوں میں لاتے ہیں۔

جارحیت پسندوں اور ان کے حامیوں کے ہزاروں الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا ذرائع موجودہ اسلامی اور قومی مزاحمت کے خلاف منفی پروپیگنڈہ کرنے میں مصروف ہیں۔ چاہتے ہیں کہ اس جہادی مزاحمت کی شخصیت اور شہرت کو دہشت کا شکار بنادیں مگر چونکہ یہ ایک قومی تحریک ہے اس لیے وہ اب تک ان کے اور عوام کے درمیان اختلاف نہ ڈال سکے۔ نہ ہی افغانستان کے مجاہد عوام کے اجتماعی ارادے اور قوت کو اسلحہ کے زور پر مسخر کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ بلکہ ہم دیکھتے ہیں وقت کے گزرنے کے ساتھ امارت اسلامیہ اپنی عوام کے ساتھ اور زیادہ مضبوط جوڑ پیدا کررہی ہے۔

جارحیت:

امریکا اور اتحادیوں نے ایک آزاد اور خود مختار ملک افغانستان پر عسکری جارحیت کی ہے۔ یہاں ہزاروں لوگوں کو شہید کردیا ہے۔ قیدی بنایا ہے۔ عوام کے مقدس دینی شعائر کی بے حرمتی کی ہے۔ لوگوں کے گھر، زمین اور باغات تباہ کردیے ہیں۔ اس لیے سب سے پہلے ان تمام فسادات کی جڑ جارحیت کا خاتمہ ہونا چاہیے۔ تاکہ مذاکرات اور افغان باشندوں کے درمیان اجتماعی مفاہمت کا راستہ کھل جائے۔ دوسری جانب خطے کے ممالک بھی افغانستان میں بیرونی قوتوں کی موجودگی کے حوالے سے تحفظات رکھتے ہیں اس لیے جارحیت کو مزید دوام دینے کا مطلب جنگ کو دوام دینا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ خارجی قوتوں کی موجودگی کی صورت میں افغانستان میں آزاد اور خود مختار حکومت نہیں بن سکتی۔ نہ ملک کی آزادی مکمل ہوسکتی ہے۔ اور نہ اسلامی اور قومی مفادات کے تحفظ پر مبنی پالیسی سامنے آسکتی ہے۔ جس طرح خارجی جارحیت کی وجہ سے ملک میں جنگ کا آغاز ہوا تھا اسی طرح خارجی فوجیوں کا انخلاء ان شاء اللہ افغان باشندوں کے درمیان صلح اور امن کا ذریعہ ہوگا۔ افغانوں کو فرصت ہاتھ آجائے گی کہ آپس میں جمع ہو کر ایسی حکومت تشکیل دیں جس میں تمام افغانوں کو نمائندگی دی جائے۔

افغان عوام کیا چاہتے ہیں:

افغان عوام دین اور وطن سے محبت رکھنے والے لوگ ہیں۔ اسکندر سے لے کر امریکا کی موجودہ یلغار تک جس نے بھی ان کے اسلامی اور قومی اقدار پر جارحیت کی انہوں نے جان ومال کی قربانی دے کر ان کا مقابلہ کیا۔ اب بھی اپنے حقوق کی دفاع جو ہمارا اسلامی، انسانی اور عالمی تسلیم شدہ حق ہے کر رہے ہیں۔ افغان عوام دنیا کے کسی کونے میں بھی کسی حکومت یا عوام کے خلاف تخریبی کارروائیوں میں ملوث نہیں رہے۔ بلکہ دوسروں نے ان کے گھروں پر حملہ کیا ہے۔

افغان عوام دو طرفہ احترام کے اصول تسلیم کرتے ہیں اور زندگی کے اقتصادی، تعلیمی، اجتماعی اور ثقافتی شعبوں میں تعاون چاہتے ہیں۔ اپنے رہنماوں سے بھی مطالبہ کرتے ہیں

کہ آزاد، واحد، ناقابل تقسیم، پرامن اور اسلامی ملک افغانستان کی حیثیت کی خاطر مشترکہ کوششیں کریں۔ ایسا نظام جو مجاہدین کی قربانیوں کا صحیح ثمرہ ہو۔ جہاں انصاف، استحکام، ترقی، معاشی خوشحالی، اسلامی اصولوں اور افغانی روایات کے مطابق خواتین اور مردوں کے لیے تعلیم کا حق اور اظہار رائے کی آزادی ہو۔ یتیموں کے آنسو پونچھ لیے جائیں اور عوام کے زخموں پر مرحم رکھا جائے۔ ایسا اسلامی نظام بنایا جائے جس میں تمام قوموں کو اپنا آپ نظر آئے۔ افغانستان کی تعمیر نو اور ترقی کے لیے کام ہو اور جارحیت کا خاتمہ کرکے یہ مسلط کردہ جنگ ختم کردی جائے۔ امارت اسلامیہ کی تمام تر کوششیں مذکورہ بالا اہداف کے حصول کے لیے ہیں۔

یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ ہمارے ملک پر جارحیت تمام تر برائیوں کی جڑ ہے۔ افغانستان کا مسئلہ غیر اسلامی اور غیر قانونی معاہدوں پر دستخط سے حل نہیں ہو گا۔ بلکہ اس طرح کے معاہدے افغانستان میں مذاکرات کی راہ میں رکاوٹیں ڈالتے ہیں۔ مصالحت اور مذاکرات کے لیے ذاتی اور گروہی مفادات کی بجائے عام مصلحتوں اور قومی مفادات کو اولیت دی جائے۔ کیوں کہ اسی صورت ہی میں امن آئے گا نہ کہ دھوکے، سازش، حربے اور طاقت سے۔

ہمارے خیال میں عوام اپنے رہنماوں سے امن کے حوالے سے سب سے پہلے مضبوط ارادہ اور ضمانت کے طالب ہیں۔ منفی پروپیگنڈا رد کیا جائے، مذاکرات کے حوالے سے موقف واضح ہونا چاہیے۔ نہ کہ گذشتہ کی طرح مبہم اور مجہول موقف کہ کبھی کچھ کہیں اور کبھی کچھ۔

امن اور مصالحت:

امن ہر قوم و ملک اور مجموعی طور پر ہر انسان کی پہلی ضرورت ہے۔ امن کے بغیر آرام کی زندگی، اقتصادی، تعلیمی، ثقافتی، اجتماعی اور سیاسی ترقی ناممکن ہے۔ اس لیے ظاہر ہے جو لوگ اپنے عوام کی خوشحالی، ترقی اور آرام کی زندگی چاہتے ہیں وہ امن چاہیں گے۔ لیکن امن بیانات اور نعروں سے نہیں آئے گا بلکہ مضبوط عزم اور عمل کی ضرورت ہے۔ جہاں بھی کسی قوم سے آزادی کا حق چھین لیا جاتا ہے انصاف اور حق کی جگہ ظلم اور بے انصافی لے لیتی ہے۔ کمزوروں کا حق طاقت کے زور پامال کر دیا جاتا ہے۔ حق کو ناحق اور ناحق کو حق کہہ دیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے وہاں امن ختم ہو جاتا ہے۔ سب سے پہلے ان عوامل کا خاتمہ ہونا چاہیے جو امن کے خاتمے کا باعث بنے ہیں۔

ملک عزیز میں جارحیت امن کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اسی طرح طاقت کا استعمال، بے انصافی، مکمل نظام کا نہ ہونا، مختلف عنوانات سے بے گناہ افغان باشندوں کی گرفتاریاں اور عدالتی تحقیقات کے بغیر جیلوں میں ڈالنا، مظالم کا نشانہ بنانا، راتوں کو چھاپے، عالمی سطح پر امارت اسلامیہ کے قائدین اور ارکان کے خلاف ظالمانہ بلیک لسٹ اور جائزہ لسٹ کا اجراء اور اسے دوام دینا، ملک کے باشندوں کو محرومیت اور بے کسی کا شکار بنانا یہ اور اس طرح کے دیگر بہت سے عوامل ہیں جو امن کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ ان رکاوٹوں کے خاتمے سے افغان عوام اسلامی اور قومی مفادات پر جمع اور متفق ہو سکتے ہیں جس سے ملک میں دائمی امن کے لیے راہ ہموار ہو سکے گی۔

یہ بھی ضروری ہے کہ امن اور مصالحت کا سلسلہ ایسے عناصر لے کر چلیں اور آگے بڑھائیں جو امن کے تقدس پر یقین رکھتے ہوں۔ جو ملک میں مخلص مصلحین کے نام سے شہرت رکھتے ہوں۔ امن کے تحفظ کو ایک بنیادی ضرورت کی نگاہ سے دیکھیں۔ نہ یہ کہ بیرونی قوتوں کے فرمائشی دستور یا منصوبے کے طور پر اسے سمجھتے ہوں۔ بلکہ اس کے برعکس امن کو افغان عوام کے آرام اور خوشحالی کے لیے اہم ضرورت سمجھیں۔ اسی طرح مذاکرات کو جنگ کے مورچے کے طور پر بھی نہیں دیکھا جانا چاہیے جہاں ہر طرف سے دوسرے کی شکست کا انتظار کیا جا رہا ہو۔ بلکہ اسے اپنے اسلامی اور قومی مشترک اہداف اور قوم کی خوشحالی کے حصول کے لیے بنیادی ضرورت سمجھا جائے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہاں کچھ ایسی مثالیں بھی ہیں جہاں امن کو ضرورت کی بجائے ایک تکنیک سمجھا گیا۔ امن اس وقت آتا ہے جب جنگ کو دوام بخشنے والے عوامل جو جنگ کی چنگاریوں کو تازہ رکھتے ہیں ان کا خاتمہ کر دیا جائے۔

یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ امن کی راہ میں رکاوٹ کے کچھ داخلی عوامل بھی ہوتے ہیں اور کچھ خارجی بھی۔ امن کی راہ میں رکاوٹ کے خارجی عوامل امریکا اور اس کے اتحادیوں کو افغان عوام کے اجتماعی ارادے کے سامنے ہتھیار ڈال دینے چاہئیں۔ طاقت کے استعمال کو خیرباد کہہ دیں اور اپنی ساری فوج افغانستان سے نکال دیں۔

دہشت گردی کے بے بنیاد الزامات جن کا امارت اسلامیہ سے کوئی تعلق نہیں نہ صرف یہ کہ امن کی راہ میں رکاوٹ ہیں بلکہ اس طرح کے پروپیگنڈے جنگ کی آگ کو مزید بڑھکاتے ہیں۔ اسی طرح امن تک پہنچنے کے لیے ایک اہم اور ابتدائی ضرورت کے طور پر امارت اسلامیہ کو حق دیا جانا چاہیے کہ اپنی آواز اپنی زبان سے دنیا کو پہنچائے۔ دنیا کی بات سنے اور انہیں اپنی بات سمجھائے۔

داخلی عوامل کے حوالے سے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جب بھی امارت اسلامیہ نے مذاکرات کی جانب قدم اٹھایا ہے اس کے مقابلے میں سٹریٹجک معاہدے، سیکیورٹی معاہدے کے نام سے عملی طور پر امن کا راستہ روکنے کی کوشش کی گئی۔ مذاکرات کی خرابی کے لیے مخصوص مقاصد کے تحت پروپیگنڈہ کیا گیا۔ مختلف بہانوں سے مذاکرات کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی گئی۔ کابل انتظامیہ کی جانب سے مذاکرات کے نام پر ایسے اقدامات کیے گئے جس نے مذاکرات کا سلسلہ بھی ناکام بنا دیا اور کسی نے انہیں مذاکرات مخالف یا امن دشمن بھی نہیں کہا۔

امارت اسلامیہ کے ساتھ بات چیت کی بجائے ہمسایہ ممالک کے ساتھ بات چیت کے وعدے کیے گئے۔ یا جب پہلی مرتبہ قطر میں امن مذاکرات کی خاطر دفتر کھلنے کی خبریں پھیلیں تو کابل کے اس وقت کی انتظامیہ نے دوحہ سے اپنا سفیر واپس بلالیا اور پھر جب قطر میں امارت اسلامیہ کی جانب سے مذاکرات کے لیے دفتر کھولا گیا تو کابل انتظامیہ نے اس کی مخالفت کی۔ امن دشمن پروپیگنڈے کا آغاز کر دیا گیا۔ مجموعی طور پر یہی کہیں گے کہ امن ایک مشترکہ ذمہ داری ہے اور حق دار کو اس کا حق پہنچانے کا راستہ ملک میں خوشحالی اور سکون کی ایک کھڑکی ہے۔

دفتر:

بات چیت کے لیے مقام اور رابطہ کی جگہ جو دفتر کی شکل میں ہو ضروری ہوتا ہے۔ اب مذاکرات کے مقام کے طور پر امارت اسلامیہ کا واضح ایڈریس جو کہ ابتدائی ضرورت ہے موجود نہیں۔ امن کے متعلق باقاعدہ مذاکرات اور اجلاس صرف دفتر کی موجودگی کی صورت میں ممکن ہوں گے۔ دفتر اس لیے بھی ضروری ہے کہ جہاں مذاکرات سے متعلق میڈیا بیانات جاری کیے جاسکیں۔ لوگوں کے سوالات کے جواب دیئے جائیں اور ان کے اندیشے دور کیے جائیں۔

ہم دیکھ رہے ہیں حالیہ دنوں میں دفتر نہ ہونے کے باعث مذاکرات کے حوالے سے کچھ متضاد اور متناقض رپورٹس شائع ہوئیں جن کی کوئی حقیقت نہیں تھی۔ لوگوں کو بہت سی تشویشیں اور سوالات پیدا ہوئے۔ اس طرح کے پروپیگنڈے نہ صرف یہ کہ کچھ ایسے افواہ ہوتے ہیں جس کے پیچھے کچھ مخصوص مقاصد ہوتے ہیں بلکہ اس سے مذاکرات کے سلسلے کو بریک لگانا اور لوگوں پر غلط نفسیاتی اثرات ڈالنا بھی ایک مقصد ہوتا ہے۔

بلیک لسٹ:

یہ ایک بے بنیاد اور اندھی لسٹ ہے۔ اس میں ایسے لوگ بھی شامل ہیں جن کا امارت اسلامیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لسٹ میں شامل کچھ لوگ کابل انتظامیہ میں شامل ہیں اور ایسے لوگ بھی ہیں جو اب وفات پاچکے ہیں مگر لسٹ میں ان کے نام موجود ہیں۔ امن مذاکرات کا سلسلہ اور بلیک لسٹ دو متضاد مفہوم رکھتے ہیں۔ اس لیے چاہیے کہ اس بلیک لسٹ اور جائزہ لسٹ کا خاتمہ کیا جائے۔

یہ بات بھی ضروری ہے کہ مذاکرات کے دونوں فریق آزاد فضا میں ہر طرح کے دباؤ کے بغیر مذکرات کا سلسلہ آگے بڑھائیں۔ اگر ایک فریق کا نام بلیک لسٹ میں ہو، وہ آزادانہ سفر نہیں کرسکتا، ہر وقت نگرانی میں ہوتا ہے اور دوسرا فریق آزاد ہو، بلیک لسٹ کا کارڈ اپنے ساتھ لے کر گھومتا ہے اور جب بھی ضرورت پڑے دباؤ کے طور پر اس کا استعمال کرے اس طرح کا بے جوڑ سلسلہ اور مذاکرات کبھی بھی کامیاب ہوئے ہیں نہ یہ مطلوبہ نتائج دے سکے ہیں۔

پڑوسی ممالک ، مذاکرات اور بیرونی قوتوں کا انخلاء:

افغانستان میں مذاکرات اور بیرونی قوتوں کا انخلاء ایک دوسرے کے ساتھ مشروط ہیں۔ کیوں کہ بیرونی قوتوں کا انخلاء مذاکرات کی راہ ہموار کرے گا۔ افسوس اس بات کا ہے کہ اب افغانستان میں عالمی اور علاقائی قوتوں کی جانب سے مذاکرات کو ایک ٹیکنیک کے طور پر استعمال کیا گیا۔ ملک کے اندر داخلی مصرف میں خام مواد کے طور پر اس کا استعمال کیا گیا۔ اب تک مذاکرات کابل انتظامیہ کے منصوبے میں ایک سٹریٹیجی کے طور پر جگہ نہیں بنا سکے بلکہ اس کا استعمال ہمیشہ عوام کو دھوکا دینے کے لیے کیا گیا۔

ہم دیکھ رہے ہیں کچھ فریق یہ سمجھنے لگے ہیں کہ حقیقی مذاکرات کی بجائے امارت اسلامیہ کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا جائے گا۔ اس کوشش میں ہیں کہ پہلے طالبان کو عسکری میدان میں کمزور کردیں۔ اس کے بعد اپنے مضبوط موقف سے ہٹا کر انہیں مذاکرات پر اتارا جائے۔ مگر یہ سب صرف خود کو دھوکہ دینا ہے۔ زمینی حقائق سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ وہی پرانا فارمولہ ہے جو امریکا طالبان کے خلاف چودہ سال سے استعمال کر رہا ہے۔ مگر اب تک کچھ حاصل نہیں کر سکا ہے اسی طرح ہم دیکھ رہے ہیں کہ کابل حکومت کی پالیسی میں اب تک کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ بلکہ وہی مذاکرات مخالف، جارحیت اور دشمن کا راستہ اختیار کیے ہوئے ہے۔

مذاکرات کے لیے پختہ ارادے اور حقائق پر مبنی سٹریٹیجی کی ضرورت ہے نہ یہ کہ اس حوالے سے ان کے صبح اور شام کے قول و عمل میں تضاد نظر آئے۔ جیسا کہ گزشتہ عشرے میں ہم نے اس کی مثالیں کئی بار دیکھ لی ہیں۔

اسی طرح عالمی اور ہمسایہ ممالک افغانستان کے مذاکرات اور استحکام میں مخلصانہ کوشش کریں۔ افغان عوام کو بھی دنیا کے دیگر اقوام کی طرح حق حاصل ہے کہ ان کا ملک آزاد وخود مختار ملک ہو اور اپنے اسلامی اور قومی اقدار کی بنیاد پر نظام قائم کریں۔ ترقی اور سکیورٹی کے حوالے سے عالمی دنیا اور پڑوسی ممالک کے لیے بھی اس کے نتائج اچھے ہوں گے۔

آئین:

موجودہ دنیا میں ہر حکومت اور حکومتی نظام کو اپنے خارجہ اور داخلہ امور کی درستگی کے لیے ایک مکمل اور واضح قانون کی ضرورت ہوتی ہے۔ تاکہ عوام کے لیے ترقی پذیر اور خوشحال زندگی کی راہ ہموار کی جاسکے۔ اور قانون کے دائرے میں ہر شخص اپنی ذمہ داری صحیح طریقے سے پہچان سکے۔ آئین ہر ملک کی یقینی ضرورت ہے۔ کیوں کہ اس کے بغیر عوام اور ملک کی ترقی کے معاملات بہت سی مشکلات کا شکار ہوتے ہیں۔ آئین کے ذریعے افغانستان کے ہر فرد کے ذاتی، معاشرتی اور سیاسی حقوق کی پہچان ہوتی ہے۔ آئین برادر اقوام کو تعصب اور ترجیحات کے بغیر عادلانہ حقوق دے گا۔ حکومت اور عوام کے درمیان تعلقات کی حیثیت واضح ہوجائے گی۔ حکومت کے تین قوتوں کے توازن پر

روشنی پڑے گی۔ حکومت کا طریقہ کار، تشکیلات اور اقتدار کا تعین ہو جائے گا۔ مجموعی طور پر افغانستان کے قومی اور خارجہ سیاست کے حوالے سے افغان عوام اور عالمی برادری کی تائید حاصل ہو جائے گی۔

اسی لیے امارت اسلامیہ اپنے ملک عزیز اور غیور عوام کی ترقی، خوشحالی اور معاملات کی درستگی اور پیش رفت کے لیے ایک ایسے آئین کی ضرورت کو ضروری سمجھتی ہے جو اسلام کے مبارک دین کے اصولوں، قومی مفادات، تاریخی امتیازات اور معاشرتی انصاف پر قائم ہو۔ انسانی شرافت، قومی اقدار اور انسانی حقوق کا ضامن ہو۔ ملک کی زمینی تشکیل اور تمام ہم وطنوں کے حقوق کا ضامن ہو۔ اور کوئی ایسی شق یا پیرا اس میں شامل نہ ہو اسلامی اصولوں، قومی مفادات، افغانی روایات کے خلاف ہو۔ آئین کی برکت سے آئندہ حکومت میں سیاسی اختیارات کا توازن اور حکومت میں تمام افغان حلقوں اور طبقات کے اشتراک کے لیے راہ ہموار ہو گی۔

ہم واضح طور پر کہتے ہیں کہ یہ آئینی مسودہ حریت کی آزاد فضا میں افغان دانشوروں کی جانب سے مرتب کیا جائے گا، اس کے عوام کے سامنے تائید کے لیے پیش کیا جائے گا۔ افغانستان کا موجودہ آئین اس لیے قابل اعتبار نہیں کیوں کہ مغرب سے کاپی کیا گیا ہے۔ جارحیت پسندوں کے بی باون طیاروں جنگی طیاروں کے سائے میں بنایا گیا ہے۔ اس کی شقیں آپس میں متضاد اور مبہم ہیں اور یہ افغانستان کے مسلمان معاشرے پر مسلط کیا گیا ہے۔

امارت اسلامیہ کے سیاسی، اجتماعی، اقتصادی اور ثقافتی پالیسی:

امارت اسلامیہ کے ارکان عوام کے درمیان سے اٹھے ہیں اور عوام کے بیچ میں رہتے ہیں۔ عوام کے اسلامی اور قومی خواہشات کے تحقق کے لیے ہمیشہ عملی قربانیاں دی ہیں۔ تا کہ ہم ایک خوشحال اسلامی افغانستان حاصل کر سکیں۔ عوام ایک آزاد اور خود مختار ملک میں سانس لے سکیں۔ اور اسلامی اور قومی اصولوں کی روشنی میں اقتصادی، اجتماعی، ثقافتی اور سیاسی امور کو منظم کر سکیں۔

اس کے علاوہ امارت اسلامیہ زندگی کے تمام شعبہ جات میں خواتین کے تمام حقوق کا ضامن ہو جو اسلام کے مبارک دین نے دیے ہیں۔ خاتون کو اسلام میں شوہر کو پسند کرنے کا حق ہے۔ ملکیت کا حق ہے، میراث کا حق حاصل ہے، علم حاصل کرنے اور کام کرنے کا حق ہے۔ امارت اسلامیہ خواتین کے ان حقوق کا اس انداز سے دفاع کرے گی کہ ان کے جائز حقوق پامال نہ ہوں اور نہ انسانی شرافت اور اسلامی اقدار کو خطرات کا سامنا ہو۔

امارت اسلامیہ عام المنفعت تنصیبات کی تعمیر اور اس کی حفاظت اسلامی نظام کے لیے ایک یقینی ضرورت ہے۔ سڑکیں، پل، ٹنل، پانی کے بند اور فراہمی آب کے نظام، بجلی گھر اور بجلی فراہمی کے مراکز، معدنیات کا خروج، تیل کی صفائی کے مراکز اور آلات، تعلیمی ادارے، مدارس، مساجد، تعلیمی ادارے، یونیورسٹیز، صحت کے مراکز، کلینک اور اس طرح کے دیگر عام المنفعت مقامات کو امارت اسلامیہ عوام کا مشترکہ مال سمجھتی ہے۔ اور اس کی حفاظت اپنا فریضہ قرار دیتی ہے۔ امارت اسلامیہ کے زعیم عالی قدر امیر المومنین حفظہ اللہ نے اپنے عید پیغامات میں لوگوں کے جان، مال اور عزت کی حفاظت، عوامی نقصانات کی روک تھام اور عوامی تنصیبات کی حفاظت کی تاکید کی ہے۔ اسی طرح امارت اسلامیہ دشمن کے پروپیگنڈے کے برخلاف اقتدار کے حوالے سے انحصار کی پالیسی نہیں رکھتی بلکہ اس بات پر یقین رکھتی ہے کہ افغانستان تمام مسلمانوں کا گھر ہے۔ جس طرح اس کی حفاظت سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے اسی طرح آباد کاری میں بھی سب کو شرکت کا حق ہے۔

مذاکرات، مصالحت اور عالمی برادری کا تعاون:

سب سے پہلے عالمی قوتیں افغان عوام کے قانونی حقوق تسلیم کر لیں کہ انہیں اپنے ملک، عوام اور عقائد کے دفاع کا حق حاصل ہے جو افغانستان کے مجاہد عوام اب پورا کر رہے ہیں۔ دہشت گردی کے نام پر شروع ہونے والے ڈرامے کا خاتمہ کر دیں۔ یہ بات عالمی برادری کے مفاد میں ہو گی کہ وہ افغانستان میں قیام امن کے لیے غیر جانبدارانہ کردار ادا کریں۔ افغان عوام کو اپنے استعماری مقاصد کے لیے قربان نہ کریں۔

کوئی بھی قوت عوام میں اپنی آزادی اور خود مختاری کا جذبہ اسلحہ کے زور پر ختم نہیں کر سکتی۔ عوام جتنی زخم خوردہ ہوتی ہے اتنا ہی ان میں قربانی کا جذبہ بڑھتا ہے۔ مزاحمت کے عزائم بلند ہوتے جاتے ہیں۔ عالمی برادری کو دوستی اور مصالحت میں جتنی کامیابیاں ملیں گی اتنی افغان عوام سے جنگ کر کے حاصل نہیں کر سکتی۔

امارت اسلامیہ ایک پالیسی کے طور پر ایک بار پھر واضح کرتی ہے کہ وہ دوسروں کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتی اور نہ کسی اور کو اجازت دیتی ہے کہ افغانستان کی سرزمین کسی اور کے خلاف استعمال ہو۔ امارت اسلامیہ چاہتی ہے عوام کی خوشحالی کی خاطر تمام شعبوں میں پڑوسی ممالک کے بشمول، دنیا کے تمام ممالک سے تعاون جاری رکھے ہم افغانستان میں امن کے قیام کے لیے ہر کسی کی مخلصانہ کوششوں کو سراہتے ہیں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امارت اسلامیہ افغانستان

۱۴۳۶/۷/۱۳

۲۰۱۵/۵/۲

شہید حافظ عبدالرحیم صاحب کی سوانح حیات

تحریر: عبدالرؤف حکمت

افغانستان پر امریکی جارحیت اسلامی دنیا پر مغرب کی تیسری جارحیت ہے۔ یہ جارحیت گذشتہ دور کی جارحیت کے مقابلے میں ایک بڑی جارحیت تھی۔ اس سے قبل دنیا کے کسی ملک نے دوسرے ملک کے خلاف جنگجوؤں کی اتنی بڑی اتحاد قائم نہیں کی۔ اس سے قبل جنگجوؤں کی سب سے بڑی اتحاد پہلی جنگ عظیم کے دوران قائم ہوئی تھی جس میں کل تیس ممالک شامل تھے۔ لیکن افغانستان پر جارحیت کرنے والے ممالک کی تعداد پچاس کے قریب ہے۔ جبکہ کئی ممالک کی انٹیلی جنس سپورٹ، مالی اور سیاسی تعاون اس کے علاوہ ہیں۔

عالم کفر کا یہ عالمگیر اتفاق جس سے دنیا کے ممالک مرعوب ہوئے اور ان کی حمایت کا اعلان کیا۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس طوفان کے سامنے پل باندھنے والے مجاہدین ذرا برابر بھی ان کی رعب داب کا شکار نہیں ہوئے۔ افغانستان کے مخلص مجاہدین نصرت الٰہی پر توکل کرتے ہوئے کفر اور ان کے کاسہ لیسوں کے خلاف برسرپیکار رہے اپنے موقف سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹے اور آخر تک اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔

مجاہدین کے اس مبارک قافلے کے ایک بہادر اور مخلص مجاہد کمانڈر، پہاڑ جیسا بلند عزم رکھنے والے، جنہوں نے شہادت تک جہادی محاذ کو گرم رکھا یہاں تک کہ اکیلے ہی کفری جارحیت کا مقابلہ کرنے کیلئے میدان میں کود پڑے۔ ان کی بہادری اور شجاعت کو دیکھ کر بہت سے نوجوان اس راہ کے راہی بنے۔ یہ مجاہد شہید حافظ عبدالرحیم تھے۔ مندرجہ ذیل تحریر میں ان کی جہادی خدمات اور اس راہ میں ان پر آنے والی مشکلات اور ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا مختصراً جائزہ لیا گیا ہے۔

حافظ عبدالرحیم کا تعارف:

حافظ عبدالرحیم نے 1951 کو صوبہ کندھار کے ضلع بولدک کے علاقے ماشینگزو میں نصیرالدین آکا کے گھر میں آنکھ کھولی۔ آپ کا تعلق پشتون قبیلے کی ذیلی شاخ نورزئی سے تھا۔ آپ کا خاندان ایک دیندار خاندان تھا۔ جب آپ کی عمر آٹھ سال تھی تو والدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ دس سال کی عمر میں والد کی نعمت سے بھی محروم ہوئے اس طرح آپ بچپن میں ہی والدین کے پیار اور شفقت سے رہے۔

تعلیم و تربیت:

حافظ عبدالرحیم نے ابتدائی تعلیم اپنے محلے کی مسجد میں حاصل کی۔ دس سال کی عمر میں کندھار شہر میں ہرات بازار کے دھنی نامی علاقے میں ایک مدرس امام مسجد سے دینی کتب کی تعلیم کے سلسلے کا آغاز کیا۔ دو سال بعد پاکستان کے سرحدی شہر چمن میں قاری محمد ولی صاحب کے مدرسے میں حفظ قرآن کا آغاز کیا۔ کچھ عرصہ بعد پاکستان کے مشہور شہر کوئٹہ میں مدرسہ مظہر العلوم [جو اب شالدرہ مدرسے کے نام سے مشہور ہے] میں حفظ قرآن کا سلسلہ جاری رکھا۔

قرآن کریم کی حفظ کے بعد حافظ صاحب کندھار آئے اور دینی تعلیم کے حصول کیلئے یہاں "لوویالے" کے علاقے میں مولوی عبدالغفور صاحب کے مدرسے میں داخلہ لیا۔ ایک سال تک اس مدرسے میں حصول علم کے بعد پاکستان کا رخ کیا اور مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ 1984 میں آپ نے پاکستان کے شہر صوابی میں شیخ التفسیر مولانا عبدالہادی صاحب [جو شاہ منصور باباجی صاحب کے نام سے مشہور تھے] سے قرآن کریم کی تفسیر پڑھی۔

کمیونسٹ دور حکومت میں حافظ صاحب جلال آباد اور کابل کے راستے کندھار پہنچے۔ ملک کے کئی علاقوں کا سفر کیا تاکہ حالات کا جائزہ لیں۔ اس سفر کے بعد جہادی صف میں شامل ہوئے اور پہلی مرتبہ سرحدی علاقے بادینی سے مجاہدین کے مراکز سے جہاد کا آغاز کیا۔

جہادی صف میں کچھ عرصہ گذارنے کے بعد اپنی دینی تعلیم مکمل کرنے کے سلسلے میں کراچی تشریف لے گئے۔ وہاں کراچی شہر کے مشہور مدرسے جامعۃ الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں داخلہ لیا اور ۱۴۰۱ھ میں اسی مدرسے سے دورہ حدیث مکمل کرکے

سند فراغت حاصل کی۔

جبہہ فاروقیہ:

دینی علوم سے فارغ ہونے کے بعد حافظ عبدالرحیم جہادی قافلے میں شامل ہوئے۔ حرکت انقلاب اسلامی تنظیم میں شمولیت اختیار کی اور اس تنظیم کی تشکیلات میں کندھار کے سرحدی ضلع بولدک میں جبہہ فاروقیہ کے نام سے ایک جہادی جبہے کی بنیاد رکھی۔ اس جبہے کی تاسیس اور اس میں موجود سینکڑوں مجاہدین کی قیادت کی ذمہ داری بھی حافظ صاحب کے کندھوں پر تھی۔ اس جبہے کا مرکز کندھار کے ضلع بولدک جبکہ اس جبہے کے مجاہدین کندھار کے ضلع تختہ پل میں کارروائیوں میں مصروف عمل تھے۔

ضلع بولدک کی فتح میں حافظ صاحب نے اہم کردار ادا کیا یہ ضلع ڈاکٹر نجیب کی حکومت سے تین سال قبل فتح کیا گیا تھا۔ اس کامیاب کارروائی میں حافظ صاحب وہ پہلے شخص تھے جو کیمونسٹ مرکز کے اندر داخل ہوئے۔ بولدک کی فتح کے بعد حافظ صاحب کے جبہے کے مجاہدین نے تختہ پل اور کندھار کے نواحی علاقوں کے جہادی محاذوں کا رخ کیا اور اس وقت تک مزاحمت کرتے رہے جب تک کندھار شہر کو کیمونسٹ درندوں کے ناپاک چنگل سے آزادی نہیں ملی۔

کیمونزم کے خلاف جہاد میں بھی حافظ صاحب کا کردار قابل تعریف رہا ہے ، کیمونزم کے خلاف جہاد میں آپ کئی مرتبہ زخمی بھی ہوئے جس کا ذکر انہوں نے ایک انٹرویو میں بھی کیا ہے ان کا کہنا تھا:

"ایک مرتبہ میں روس کے خلاف جہاد میں سپین بولدک کے علاقے "وکی" میں زخمی ہوا۔ دوسری مرتبہ روسی کاسہ لیسوں کے خلاف لڑتے ہوئے ہینڈ گرنیڈ کے حملے میں زخمی ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے دوبارہ صحت کی نعمت سے نوازا، اسی طرح سپین بولدک کی لڑائی جو نہایت ہی خونریز لڑائی تھی جب کیمونسٹ طیارے بارش کی طرح بم برسا رہے تھے اس دوران بھی میں زخمی ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی حفاظت فرمائی۔

مجاہدین کی کامیابی کے بعد حافظ صاحب کچھ عرصہ کندھار میں رہے لیکن جب تنظیمی فسادات سر اٹھانے لگے آپ نے کندھار شہر کو خیرباد کہا۔ اور اس شہر اور بولدک کے درمیان "وت" نامی علاقے میں جامعۃ الاسلامیہ العربیہ کے نام سے ایک مدرسے کی بنیاد رکھی اور امارت اسلامی کی تاسیس تک اس مدرسے میں خدمات انجام دیتے رہے۔

امارت اسلامی میں شمولیت:

تنظیمی اختلافات کے عروج کے دوران جب کندھار اضلاع ژڑئی اور میوند میں ملا محمد عمر مجاہد کی قیادت میں سابق مجاہدین اور طالبان نے اصلاحی تحریک کا آغاز کیا اس وقت بولدک میں بھی بہت سے علماء اور مجاہدین باہم صلاح اور مشوروں میں مصروف تھے۔ جن میں حافظ عبدالرحیم کا کردار نمایاں تھا۔ جب انہیں پتہ چلا کہ میوند اور ژڑئی میں بھی اس قسم کی تحریک کا آغاز ہو چکا ہے تو آپ، مولوی عبدلشکور صاحب، شہید ملا محمد عوض اور شہید قاری عبدالسلام صاحب کے ہمراہ ضلع ڈنڈ پہنچے اور ملا محمد عمر مجاہد سے ملاقات کے بعد اپنے تمام ساتھیوں سمیت طالبان کی اسلامی تحریک میں شامل ہوئے۔ اس کے بعد حافظ صاحب نے اس تحریک کے فعال اور انتھک رکن کی حیثیت سے بہت سی خدمات انجام دیں۔ کندھار کی فتح کے بعد روزگان کے مرکز ترین کوٹ کی فتح میں وہ ایک رہنما اور قائد کے طور پر حصہ لے رہے تھے۔ اور جب اسلامی تحریک کا قافلہ کندھار سے زابل کی طرف روانہ ہوا غزنی اور میدان شہر فتح ہوا یہاں تک کہ مجاہدین کا قافلہ کابل تک پہنچ گیا حافظ صاحب بھی اس قافلے میں شامل تھے۔ اور پھر میدان شہر میں قیام کے بعد یہاں قائم جنگی پٹی کے عمومی مسئول شہید ملا مشر اخوند کی جانب سے آپ کو جنگی پٹی کے ایک حصے کی مسئولیت دے دی گئی۔

میدان شہر میں خدمات کی انجام دہی کے بعد آپ کو ضلع روزگان کا آئی جی مقرر کر دیا گیا دو سال تک آپ اسی منصب پر خدمات انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد صوبہ زابل کے نائب گورنر مقرر کیے گئے اور افغانستان پر امریکا کی جارحیت تک اسی منصب پر خدمات کی انجام دہی میں مصروف عمل تھے۔

امریکا کے خلاف جہادی کاروائیوں کا آغاز:

حافظ عبدالرحیم صاحب کندھار کی سطح پر امریکا کے خلاف لڑنے والے سرکردہ مجاہدین میں سے ہیں۔ امارت اسلامی کی سقوط کے بعد مجاہدین نہایت مشکلات کا شکار تھے۔ امریکا کی بربریت اور ملکی سطح پر حالات کی دگرگوں صورتحال نے مجاہدین کو اسلحہ رکھنے اور کچھ عرصہ کیلئے گوشہ نشینی پر مجبور کیا۔

لیکن اس کڑے وقت میں ایسے باعزم مجاہدین بھی تھے جو حالات سے نہیں گھبرائے بلکہ نہایت سخت ترین حالات میں بھی جدوجہد جاری رکھی ان اولوالعزم مجاہدین میں ایک شہید حافظ عبدالرحیم صاحب بھی تھے۔

انہوں نے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ کندھار کے سقوط کے بعد میں اپنے گھر واقع بولدک چلا آیا۔ دو دن آرام کے بعد تیسرے دن بندوق اٹھا کر اکیلا جہاد کی نیت سے

گھر سے نکل آیا۔ سب سے پہلے انزرگی کے علاقے میں ایک 45 سالہ مجاہد بارکزی آکا سے ملاقات ہوئی اور انہیں اپنے جہاد کے ارادے کے بارے میں بتادیا انہوں نے مکمل تعاون اور ساتھ جانے کی حامی بھرلی اور پھر ہم دونوں یہاں سے دوسرے مجاہدین کی تلاش اور امریکا کے خلاف عملی جہاد کی راہ ہموار کرنے کیلئے جدوجہد شروع کی۔

حافظ صاحب کے قریبی ساتھی ملا شیخ محمد آخند کہتے ہیں: کہ کندھار کی سقوط کے بعد جب رمضان کا آخری عشرہ جاری تھا حافظ صاحب گھر تشریف لائے۔ چونکہ وہ امریکا کے خلاف جہادی کارروائیوں میں مصروف تھے۔ اس لئے امریکی کاسہ لیسوں نے ان کی گھر میں موجودگی کی اطلاع پاکر ان کے گھر پر چھاپہ مارا تاکہ وہ انہیں گرفتار کرسکے لیکن اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرت سے وہ ان ظالموں کے چنگل سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے اپنا گھر بولدک کے علاقے "وت" سے لوئی کاریز کے علاقے منتقل کرلیا۔ عید الفطر کے چھٹے روز میں ان کے گھر گیا، حافظ صاحب نے مجھ سے کہا کہ امریکا کے خلاف جہاد کرنا ہے اگر آپ کے پاس کوئی اسلحہ وغیرہ ہے تو وہ مجھے دے دو۔

مولوی عبد الباقی صاحب کہتے ہیں: کہ آغاز جہاد میں حافظ صاحب اکیلے تھے۔ رات کو خفیہ طور پر لوگوں کو جہاد کی دعوت دیتے بعد میں ان کے ایک چچازاد بھائی ملا عبد الباری نے بھی ان کا ساتھ دیا اور اس راہ میں ان کے راہی بنے اور اب دونوں موٹر سائیکل پر مسلح گشت کرتے رہتے۔ دن پہاڑوں اور کھنڈرات پر گذارتے اور رات کو لوگوں کو جہاد کی دعوت دیتے اور جہاد کیلئے اسلحہ تلاش کرتے رہے اور کئی ماہ تک آپ نے خفیہ طور پر یہ مشن جاری رکھا۔ حافظ صاحب کے فرزند مولوی حمد اللہ کہتے ہیں کہ اس وقت میرے والد مہینے میں صرف ایک دن گھر تشریف لاتے۔ آدھی رات کو گھر آتے اور پھر صبح خفیہ طور پر گھر سے نکل جاتے۔ کیونکہ اس وقت حالات بہت خراب تھے جبکہ امریکی اور ان کے کاسہ لیس اہلکار بھی حافظ صاحب پر گہری نظر رکھے ہوئے ہوئے تھے۔

ہڈہ پہاڑ میں جہادی مرکز:

حافظ عبد الرحیم صاحب امریکی جارحیت کے ابتدائی مہینوں میں دعوت جہاد میں مصروف تھے، ساتھیوں کے لئے اسلحہ اور جنگی وسائل کا بھی بندوبست کرتے رہے۔ کچھ عرصہ بعد انہوں نے مجاہدین کی ایک چھوٹی جماعت تیار کرلی، جس میں اس وقت کے مشہور اور بہادر مجاہد شہید عبد الغنی جو تور غنی کے نام سے مشہور تھے بھی شامل تھے۔ اس وقت حافظ صاحب نے ایک جہادی مرکز بنانے کا ارادہ کرلیا چونکہ حافظ صاحب کے ساتھ پیسوں اور دوسرے مالی وسائل کی شدید کمی تھی اس لئے ۱۴۲۳ھ شعبان کے مہینے میں اپنے گھر کے بستر، برتن اور دوسرا ضروری سامان اٹھا کر ضلع بولدک سے ملحقہ ہڈہ پہاڑ کے علاقے میں ایک خفیہ جہادی مرکز بنایا۔ اس جہادی مرکز میں شروع میں حافظ صاحب کی قیادت میں صرف پانچ مجاہدین رہائش پذیر تھے۔ پہاڑی اور بنجر زمین ہونے کے ناطے یہاں پانی ناپید تھا اور مجاہدین اس پانی سے استفادہ کرتے جو پچھلی بارشوں کی وجہ سے جوہڑوں میں جمع ہوتا تھا چونکہ یہ پانی پینے کے قابل نہیں تھا صرف وضو، برتن اور کپڑے وغیرہ دھونے کے کام آتا تھا اس لئے مجاہدین نے ایک مخلص شخص کو اجرت پر پانی لانے کیلئے راضی کیا جو ہر چار دن بعد ماشینگزو کے علاقے سے گدھوں پر پانی لادتا اور مجاہدین تک پہنچاتا۔

حافظ صاحب کی شخصیت کے بارے میں ان کے ساتھی کہتے ہیں کہ آپ نہایت ہی متواضع اور متوکل انسان تھے۔ شرعی امور پر سختی سے عمل پیرا تھے لیکن ساتھیوں کے ساتھ ان کا رویہ ہمدردانہ اور دوستانہ تھا۔ شہادت کی اتنی زیادہ خواہش تھی کہ نہ صرف خود شہادت کی دعا مانگتے بلکہ ساتھیوں سے بھی اپنے لئے شہادت کی دعا کرواتے۔

جہاد کی راہ میں یہاں تک قربانی کیلئے تیار ہوتے کہ اگر کبھی جہادی ضروریات کیلئے سامان کی خریداری کا معاملہ ہوتا تو گھر کا سامان بیچ کر جہاد کی ضروریات مہیا کرتے۔ آپ کے ایک مجاہد ساتھی کے مطابق کہ امریکی جارحیت کے پہلے سالوں میں حافظ صاحب نے مجھ سے کہا کہ زمین بیچنے کیلئے کوئی گاہک تلاش کرو تاکہ ان پیسوں سے ساتھیوں کیلئے جہادی ضرورت کا سامان خرید سکوں۔

اس مرکز سے حافظ صاحب نے سب سے پہلے اپنی جدوجہد کا آغاز اس طرح کیا کہ رات کو اپنے مسلح ساتھیوں کے ہمراہ میدانی علاقوں میں آباد مختلف گاؤں میں گشت کیلئے نکل جاتے۔ جن لوگوں کے بارے میں پتہ چلتا کہ وہ حکومت کا ساتھ دے رہے ہیں انہیں گھر سے باہر بلا کر اپنا کام چھوڑنے اور توبہ کرنے کی تلقین کرتے۔ جس میں

انہیں کافی حد تک کامیابی ملی۔ ماہ رمضان میں مساجد میں تراویح کے بعد لوگوں کو دعوت جہاد دیتے اور لوگوں سے کہتے کہ کفار نے ہمارے ملک پر جارحیت کی ہے اس کے خلاف جہاد ہم سب پر فرض ہے۔ انہیں بتاتے کہ کفار کا ساتھ دینے کیلئے ان کی صفوں میں شامل نہیں ہونا۔ اس وقت حافظ صاحب کے ساتھیوں کی تعداد 20 تک پہنچ چکی تھی جو رات کو گھر گھر جاتے، لوگوں جہاد کی دعوت اور کفار کا ساتھ دینے سے منع کرتے اور رات کے آخری پہر واپس اپنے جہادی مرکز ہڈہ پہاڑ پہنچ جاتے۔

دعوت جہاد سے عملی جہاد کا سفر:

۴ ذوالقعدہ ۱۴۲۳ھ کو بولدک کے علاقے سیبت میں ایک بڑا قومی جرگہ جاری تھا۔ جب حافظ صاحب کو پتہ چلا تو انہوں جہادی دعوت کیلئے اس موقع کو غنیمت جانا اور اپنے 25 مسلح ساتھیوں سمیت وہاں پہنچ گئے اور اس جرگے سے جہاد کے موضوع پر ایک پر جوش تقریر کی اور لوگوں کو امریکا کے خلاف جہاد میں شامل ہونے کی دعوت دی۔

حکومتی اہلکاروں کو جب پتہ چلا تو انہوں نے بولدک سے اس علاقے میں ایک بڑا فوجی قافلہ بھیجا فوجی قافلے کے آتے ہی حافظ صاحب کے ساتھیوں نے ان پر حملہ کیا جس کے نتیجے میں سات اہلکار ہلاک ہوئے۔ ایک مجاہد زخمی جبکہ تین مجاہدین کو دشمن نے زندہ گرفتار کرلیا۔ یہ حافظ صاحب اور ان کے ساتھیوں کا امریکی جارحیت اور ان کی کٹھ پتلیوں کے خلاف پہلی مسلح کارروائی تھی۔ جس میں بعد میں مزید شدت آئی گئی اور پورے قندھار میں جہادی کارروائیوں کے آغاز کا سبب بنا۔

اس واقعے کے بیس روز بعد حافظ صاحب کے دو ساتھی ملا عبدالباری اور حافظ عبدالغنی جو ان کے چچازاد بھائی بھی تھے کا بولدک کے علاقے پایزو کاریز میں امریکی فوجیوں سے اچانک سامنا ہوا اور بعد میں دونوں نے امریکی فوجیوں پر فائر کھول دیا جس کے نتیجے میں کئی امریکی ہلاک ہوئے جوابی کاروائی میں ملا عبدالباری شہید جبکہ حافظ عبدالغنی امریکیوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ اسی گرفتار ساتھی سے تفتیش کے دوران امریکی فوجیوں نے حافظ صاحب کے سیٹیلائٹ فون کا نمبر حاصل کرلیا اور اس سیٹیلائٹ کی مدد سے امریکا نے حافظ صاحب کے خفیہ جہادی مرکز کا سراغ لگالیا اور اسی دن امریکی جارحیت پسندوں اور ان کی کٹھ پتلیوں کا ایک بڑا قافلہ ہڈہ پہاڑ کے حدود میں پہنچ گیا جہاں امریکی جارحیت پسندوں سے ایک خونریز جھڑپ کا آغاز ہوا۔ امریکا کے خلاف شاہی کوٹ کے تاریخی معرکے کے بعد ہڈہ پہاڑ دوسری شدید اور طویل جنگ تھی جو امریکیوں کے خلاف لڑی گئی۔

اس جنگ میں امریکی جارحیت پسندوں نے جنگی طیاروں جیٹ اور ہیلی کاپٹروں کے بھرپور استعمال کے باوجود بھاری نقصانات اٹھائے۔ ایک طیارہ مجاہدین نے بھی مار گرایا۔ مالی نقصانات کے ساتھ امریکیوں کو شدید جانی نقصان بھی اٹھانا پڑا جس کی صحیح تعداد کا تعین نہیں کیا جاسکا۔ جنگ کے دوران حافظ صاحب کی قیادت میں مجاہدین رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے علاقے سے نکل گئے۔ لیکن امریکی کئی دنوں تک اس پہاڑی علاقے میں آپریشن کرتے رہے جہاں اب کوئی مجاہد تھا ہی نہیں۔ اس آپریشن کے دوران امریکی فوجیوں نے ایک مرتبہ اپنے فوجیوں پر بھی بمباری کی۔ اس جنگ کے دوران صرف ایک مجاہد زخمی ہوا اس کے علاوہ کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا۔ لیکن اس وقت کے بولدک کے گورنر اور امریکی کٹھ پتلی فضل الدین نے میڈیا پر جھوٹا بیان دیا کہ انہوں نے ہڈہ پہاڑ کی لڑائی میں 25 مجاہدین کو شہید کیا ہے حالانکہ وہاں موجود تمام مجاہدین کی تعداد صرف 18 تھی۔

ہڈہ پہاڑ کے معرکے کے بعد حافظ عبدالرحیم صاحب نے ایک مرتبہ پھر اپنے ساتھیوں کو اکٹھا کیا اور قندھار کے ضلع بولدک کے نواحی علاقوں میں جہادی کارروائیوں کا آغاز کیا۔ ۲۹ محرم ۱۴۲۴ھ کو حافظ صاحب اور ان کے ساتھیوں نے بولدک کے علاقے ملادی نیکہ میں ملکی کٹھ پتلیوں پر حملہ کیا جس میں کئی اہلکار ہلاک ہوئے۔ اس حملے کے بعد مجاہدین تورغر نامی علاقے کی طرف گئے۔ وہاں امریکی اور ملکی کاسہ لیسوں کے تقریباً 70 ٹینکوں اور فوجی گاڑیوں کا قافلہ ان کے تعاقب میں تورغر روانہ ہوا۔

حافظ صاحب کی قیادت میں یہاں بھی دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا گیا۔ مقابلہ صبح شروع ہو کر شام کو اختتام پذیر ہوا۔ یہاں بھی دشمن کو شدید جانی ومالی نقصانات اٹھانا پڑے۔ جنگ کے اختتامی لمحات میں حافظ صاحب ایک ہلاک شدہ اہلکار سے اس کا اسلحہ اٹھا رہے تھے کہ دشمن کی جانب سے فائر کی گئی گولی ان کے سینے میں پیوست ہوگئی اور وہ شدید زخمی ہوئے۔

ملا شیخ محمد صاحب یہ واقعہ حافظ صاحب کی زبانی اس طرح بیان کرتے ہیں: جب میں زخمی ہوا تو زمین پر گر پڑا۔ کھڑے ہونے کی کوشش کی لیکن جسم نے ساتھ نہیں دیا۔ اس وقت دشمن کی طرف سے گرفتار ہونے کا خدشہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہونے سے محفوظ فرما، اگر اسی جگہ شہید یا گرفتار ہوجاؤں تو مجاہدین کی یہ چھوٹی جماعت مایوس ہوجائے گی اور پھر انہیں متحد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا یا اللہ جہاد کی خاطر نجات نصیب فرما۔ دعا کے بعد میرے جسم میں ایک

نئی قوت پیدا ہوئی یہاں تک کہ اس جگہ سے اٹھا اور مجاہدین تک پہنچنے میں کامیاب ہوا۔ یہاں درد کی شدت تیز ہوگئی۔ ایک مجاہد سے میں نے کہا کہ قرآنی آیات پڑھ کر مجھ پر دم کریں مجاہد نے ایسا ہی کیا تو درد رفع ہوا۔ زخم چونکہ گہرا تھا اور خون زیادہ بہہ رہا تھا اس لئے مجاہدین نے مجھے میدان جنگ سے نکالنے کا ارادہ کیا پھر مجاہدین نے اسی پہاڑی علاقے میں درختوں کی شاخیں توڑ کر میرے لئے ایک سٹریچر قسم کی چارپائی بنائی اور جنگ کے گرد وغبار میں مجھے جنگی علاقے سے نکال لیا۔

جہاد کی توسیع، آخری جدوجہد اور شہادت:

حافظ صاحب زخمی ہونے سے جب رو بہ صحت ہونے لگے تو امارت اسلامی کے دوسرے رہنماؤں سے ملاقات اور مشوروں کے بعد ایک منصوبہ بنایا کہ اپنے علاقے سے دوسرے علاقوں تک بھی جہادی کارروائیوں کا جال پھیلا جائے۔ اس سلسلے میں وہ ضلع معروف میں اپنی تشکیل کرنا چاہتے تھے لیکن جب ۱۴۲۴ھ جمادی الاول کے مہینے میں وہ صوبہ زابل کے ضلع شملزو اور اتغر کے راستے معروف جارہے تھے تو راستے میں دشمن سے سامنا ہوا اور بڑی مشکل سے وہ دشمن سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے۔

اسی سال شعبان کے مہینے میں حافظ صاحب نے صوبہ زابل کے ضلع دائی چوپان جانے کا ارادہ کیا لیکن آدھے سفر کے بعد ان کا ارادہ تبدیل ہوا اور کندھار کے ضلع معروف پر حملے کی منصوبہ بندی کی۔ ۱۶ شعبان ۱۴۲۴ھ کو انہوں ضلع معروف کے مرکزی ہیڈ کوارٹر پر حملہ کیا۔ مرکز کے حفاظتی چوکیوں پر قبضہ کیا لیکن ہیڈ کوارٹر کے بالکل قریب دشمن کی طرف سے فائر کی گئی گولی ان کی شہادت کا پیغام لے کر آئی۔ اس مرتبہ بھی گولی ان کے سینے میں لگی اور کچھ لمحے بعد وہ شہادت کے بلند مقام پر فائز ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حافظ صاحب اور تین شہداء کے جسد خاکی جنگ کے میدان میں رہ گئے۔ واقعے کے ایک دن کے بعد محلے کے بزرگوں نے حافظ صاحب کو اسی علاقے میں ہی سپرد خاک کیا۔ لیکن جب امریکی وحشیوں اور ان کے زرخرید غلاموں کو پتہ چلا تو انہوں نے دو دن کے بعد حافظ صاحب کا جسد خاکی نکال کر قندھار شہر لایا اور پھر ایک دن کے بعد حافظ صاحب کی جسد کے ان کے ورثاء کے حوالے کی گئی۔ جنہوں نے بعد میں انہیں ضلع بولدک علاقے پایزو میں ماشینگزو قبرستان میں سپرد خاک کیا۔

اس طرح اسلامی امت کے اس عظیم سپہ سالار کی داستان عزیمت اختتام پذیر ہوئی۔ جنہوں نے امریکی جارحیت پسندوں کو اس وقت خاک چٹادی تھی جب مجاہدین نہایت کمزور اور اپنی صفوں کو متحد کرنے میں مصروف تھے۔ کفری لشکر کے ظالمانہ جارحیت کے خلاف دن رات ایک کئے ہوئے تھے اور اپنے لہو سے جہاد کے اس ٹمٹماتے چراغ کو مزید روشن کیا اور صرف اپنی ایمانی قوت سے امریکا اور اس کے حواریوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

حافظ صاحب شہید ہوگئے لیکن ان کے لگائے ہوئے پودے اب تناور درخت بن چکے ہیں۔ حافظ صاحب کے لہو کا ہر قطرہ حالات کی سنگینی میں گھرے مجاہدین کیلئے مشعل راہ بن گیا ہے۔ آپ کی شہادت کے بعد مجاہدین کی تعداد اور کارروائیوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور ملکی سطح پر عوام کی حمایت اور مجاہدین کی بے پناہ قربانیوں کی بدولت آج امریکی جارحیت پسند افغانستان سے فرار ہورہے ہیں۔

حافظ صاحب کی شخصیت کے بارے میں ان کے ساتھی کہتے ہیں کہ آپ نہایت ہی متواضع اور متوکل انسان تھے۔ شرعی امور پر سختی سے عمل پیرا تھے لیکن ساتھیوں کے ساتھ ان کا رویہ ہمدردانہ اور دوستانہ تھا۔ شہادت کی اتنی زیادہ خواہش تھی کہ نہ صرف خود شہادت کی دعا مانگتے بلکہ ساتھیوں سے بھی اپنے لئے شہادت کی دعا کرواتے۔

جہاد کی راہ میں یہاں تک قربانی کیلئے تیار ہوتے کہ اگر کبھی جہادی ضروریات کیلئے سامان کی خریداری کا معاملہ ہوتا تو گھر کا سامان بیچ کر جہاد کی ضروریات رفع کرتے۔ آپ کے ایک مجاہد ساتھی کے مطابق کہ امریکی جارحیت کے پہلے سالوں میں حافظ صاحب نے مجھ سے کہا کہ زمین بیچنے کیلئے کوئی گاہک تلاش کروتا کہ ان پیسوں سے ساتھیوں کیلئے جہادی ضرورت کا سامان خرید سکوں۔

اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کی ان قربانیوں، تکالیف اور خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

آمین یارب العلمین

افغانستان، ایک بار پھر طالبان حکومت کے انتظار میں

انس شیرزاد

14 سال بعد ایک بار پھر ایسے دن آئے ہیں کہ افغان عوام طالبان حکومت کے قیام کا شدید انتظار کر رہے ہیں۔ انتظار اس بات کا ہے کہ کب کابل پھر سے طالبان کے ہاتھوں میں آجائے۔ یہ کوئی ناممکن بات یا معجزہ نہیں۔ بلکہ مختلف طاقتور دشمنوں کے خلاف طالبان کی بے مثال مسلح مزاحمت، افغان حکومت کی ناکامی، کرپشن، عوام کی تذلیل اور بیرونی قوتوں کی اسلام اور افغان دشمن اقدامات کا نتیجہ ہے۔ ایسا نتیجہ جو نئی شکل اور نئے انداز میں سامنے آنا چاہتا ہے۔

وہ سب کچھ جس کی روک تھام غیر ملکی یہاں کرنا چاہتے تھے۔ جس کے لئے وہ 14 سال تک یہاں لڑتے رہے۔ طرح طرح کی جنگیں لڑیں اور طرح طرح کے منصوبے ترتیب دیے۔ اپنے ہزاروں فوجی اور بے پناہ مال واسباب ہار بیٹھے۔ اپنے عوام کا اعتماد اور تعاون ہار بیٹھے، آج اپنی غلط استعمارانہ پالیسیوں اور افغانستان کی نااہل اور ناکام حکومت کی مفاد پرست شخصیات کی وجہ سے ان حالات کا شکار ہو گئے ہیں۔ آج عوام پھر طالبان کو خوش آمدید کی صدائیں دے رہے ہیں۔ اپنا مستقبل ان سے وابستہ کر رہے ہیں۔ موجودہ حکومت کی بجائے طالبان کی عدالتوں اور نظام انصاف کو پسند کرتے ہیں اور انہیں ترجیح دیتے ہیں۔ طالبان نے اگر کچھ غلطیاں کیں تو بعد میں عوام کے ساتھ مل کر اپنی غلطیوں کا ازالہ بھی اچھے طریقے سے کیا۔ ان کے دل جیت لیے۔ یہ ان کی بہت کامیاب پالیسی تھی۔ مگر اس کے مقابلے میں کابل حکومت نے بالکل برعکس کام کیا۔ اپنی گذشتہ ساری غلطیاں نئے جرائم کے ساتھ مزید سنگین بنادیں۔ اکثر اوقات عوام سے وہی سلوک روا رکھا جو وہ طالبان کے ساتھ روا رکھتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ ان کے ساتھ نرمی اور حکمت سے کام لیا جاتا انہوں نے طاقت کی زبان استعمال کی۔ مگر طاقت کبھی تعمیر نہیں کرتی۔ یہی وجہ تھی کہ ملک کے ہر کونے میں مخالفتیں اٹھیں۔ بہت سے عام لوگ انتقام لینے کے لیے طالبان کی صفوں میں داخل ہو گئے تاکہ ان بد چلن، نااہل اور ظالم حکام سے اپنا بدلہ لے سکیں۔ جنہوں نے ان کے عزیز واقارب کو شہید کیا اور ان کے گھروں پر بمباریاں کیں۔

طالبان نے اسی فرصت اور موقع کو غنیمت سمجھا اور خود کو عوام کی حمایت یافتہ ایک مضبوط قوت کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ ہر صوبے میں اپنا وجود ثابت کر دیا۔ لوگوں کے علاقائی مسائل کے حل کے لیے عدالتیں قائم کیں اور یہ عدالتیں عدل وانصاف سے مزین کر دیں۔ جس کی وجہ سے لوگوں کے دل ان کی جانب مائل ہو گئے

آج ذرائع ابلاغ پر بار بار یہ باتیں پھیلائی جاتی ہیں کہ طالبان ملک کے 70 یا 80 فیصد علاقے پر کنٹرول اور اثر ورسوخ رکھتے ہیں یا 60 فیصد علاقے پر ان کی کارروائیاں جاری ہیں۔ اس کی وجہ حکومت کی جانب سے عوام کے ساتھ کیا جانے والا غیر منصفانہ سلوک ہے۔ اگر حکومت ہر افغان باشندے کو اپنا حق عدل وانصاف کے ساتھ تول کر دیتی آج یہ حالت نہ ہوتی۔ جو آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ اور کانوں سے سن رہے ہیں کیوں کہ ہر عمل کا رد عمل ہوتا ہے۔

قومی یکجہتی کی بنیاد پر بننے والی مشترکہ حکومت کو ابھی ایک سال پورا ہونے کو ہے مگر حکام ابھی تک ان مسائل میں غلطاں و پیچاں ہیں جو اس حکومت کے آغاز ہی میں حل ہو جانے چاہیے تھے۔ سب کچھ ناکامی کی جانب جا رہا ہے۔ کوئی بھی شخص رات کو سوتے وقت اگلی صبح کی امید لگا کر نہیں سوتا، کیوں ایسی حکومت کے ہوتے ہوئے نئی صبح کے خواب دیکھنا فضول ہے۔ حالات اور وقت خود بخود طالبان کی پھر آمد اور ان کی حکومت کے لیے راستہ ہموار کر رہے ہیں۔ ہر صوبے میں حکومت کی جگہ طالبان کے پرچم لہرا رہے ہیں۔ ہر مظاہرے اور ریلی میں طالبان کے حق میں نعرے بلند کیے جاتے ہیں۔ کابل اور کچھ دیگر صوبوں کے علاوہ ملک کے تمام علاقوں میں لوگ اپنے مسائل کے حل کے لیے ان کے دروازے پر دستک دیتے ہیں۔ ایک برسر اقتدار حکومت کے ہوتے ہوئے کسی اور کی حکومت، انہی کے فیصلے، انہی کی عدالتیں اور انہی کی حکمرانی، یہ سب اس بات کے مظاہر ہیں کہ یہ حکومت ملک میں چند راتوں کی مہمان ہے جو بہت جلد یہاں سے کوچ کر جائے گی۔ ان شاء اللہ

اگرچہ کچھ لوگ اپنی کج فہمی، غلط فہمی یا غیروں کے غلط پروپیگنڈے کی وجہ سے طالبان کو دوبارہ اقتدار میں دیکھنا نہیں چاہتے لیکن مخالفت کی یہ سطح دن بدن کم ہوتی جا رہی ہے۔ لوگوں کے طالبان مخالف جذبات دن بدن ختم ہو رہے ہیں۔ اور قریب ہے ایک بار پھر گذشتہ کی طرح یہ طالبان سے مانوس ہو جائیں گے۔ اگرچہ اس میں وقت لگے گا مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسا ہی ہوگا کیوں کہ حالات کا یہی تقاضا ہے۔

ایران کی جانب سے سعودی عرب پر

حملے کی دھمکی اور جنگ کے خطرناک پہلو

حسن مومند

21 اپریل کو محترم قارئین نے عالمی میڈیا پر ایران کی جانب سے سعودی عرب کو ایک روز پہلے دی جانی والی دھمکیوں کے حوالے سے خبریں اور تبصرے سنے اور دیکھے ہوں گے۔ ایرانی زمینی فوج کے سربراہ احمد رضا بوروستان نے دھمکی دی کہ سعودی عرب نے یمن میں حوثیوں کے خلاف فضائی بمباری نہ روکی تو تہران ریاض کے خلاف فوجی اقدام سے گریز نہیں کرے گا۔

"العالم" نامی ٹی وی (جو ایران سے عربی زبان میں نشریات کرتا ہے) سے بوروستان نے کہا کہ اس کا ملک سعودی عرب سے حالات کی خرابی نہیں چاہتا مگر سعودی عرب بھی یمن میں حوثیوں کے خلاف رواں فوجی کارروائی روک دے۔ اگر سعودی عرب نے حوثیوں کے خلاف کارروائی نہ روکی تو جنگ کا دائرہ وسیع ہو جائے گا۔ بوروستان نے اشارے اور کنایے سے کام نہیں لیا بلکہ صریح اور واضح الفاظ میں کہا " اگر سعودی عرب نے یمن پر حملے نہ روکے تو ایرانی طیارے سعودی سرزمین پر بمباری کریں گے"۔

سعودی عرب کی دفاعی صلاحیت کے حوالے سے علی رضا بوروستان نے کہا: "سعودی فوج جنگ کا کوئی تجربہ نہیں رکھتی اور ایک بے تجربہ جنگجو گروپ سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں رکھتی اس لیے ریاض حکومت کے لیے بہتر یہ ہے کہ یمن میں فوجی کارروائی بند اور مسئلے کا سیاسی حل نکالا جائے ورنہ جنگ کا دائرہ سعودی عرب تک وسیع ہو جائے گا"۔ انہوں نے مزید کہا کہ "تہران سعودی عرب سے جنگ نہیں چاہتا مگر یہ اب سعودی عرب پر ہے کہ جنگ کو طول دیتا ہے یا اسے روکتا ہے۔ اگر ہم مجبور ہوئے تو سعودی عرب کی سرزمین پر فوجی کارروائی سے دریغ نہیں کریں گے"۔

علی رضا بوروستان نے ضمناً حوثی ملیشیا اور معزول صدر علی عبد اللہ صالح کے فوجیوں کو سعودی عرب پر حملے کی ترغیب دی اور کہا کہ حوثی ملیشیا اور علی عبد اللہ صالح کے وفادار بھی سعودی عرب پر حملے کی طاقت رکھتے ہیں۔

علی رضا سے قبل سپاہ پاسداران انقلاب کے نائب سربراہ جنرل حسین سلامی نے بھی کہا تھا کہ حوثیوں کے پاس ایسے میزائل ہیں جن سے وہ سعودی عرب کے ہر شہر کو نشانہ بنا سکتے ہیں۔ اگر سعودی عرب ان پر بمباری نہیں روکتا تو وہ بھی سعودی عرب پر حملے کریں۔

بظاہر دیکھا جائے تو یمن جنگ آہستہ آہستہ خطرناک مراحل میں داخل ہو رہی ہے۔ ایک جانب حوثی باغیوں پر حملوں کا سلسلہ جاری ہے اور سعودی عرب پوری تاکید سے کہتا ہے کہ جب تک حوثی اسلحہ نہ رکھ دیں حملے جاری رہیں گے۔ سعودی عرب کوشش کرتا ہے کہ یمن میں اٹھنے والی بغاوت کو یمن ہی میں ختم کر دیا جائے۔ اور اس کے برے اثرات سرحدیں عبور نہ کر پائیں۔ اور دوسری جانب ایران سعودی عرب پر حملے کی دھمکی دے رہا ہے۔ حوثی باغیوں سے تعاون، فوجی تربیت اور جنگی وسائل مہیا کرنے کے الزامات اب پرانی باتیں ہو چکی ہیں۔ اب بات آمنے سامنے مقابل فریق بننے اور واضح الفاظ میں دھمکیاں دینے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ ایران حکومت نے بات اس خطرناک مرحلے تک پہنچا دی ہے کہ وہ ایرانیوں کو اجازت نہیں دیتی کہ وہ عمرہ کی ادائیگی کے لیے سعودی عرب جائیں۔ ایران اور سعودی عرب کے آپس کے روابط جو یمن کی حالیہ جنگ کی وجہ سے انتہائی خراب ہو گئے ہیں ایران کا یہ اقدام ان برے حالات میں جلتی پر تیل کا کام کرے گا۔

اس جنگ کا دوسرا خطرناک پہلو یہ ہے کہ اب ایسے علامات ظاہر ہونے لگے ہیں کہ یہ جنگ خطے سے نکل رہی ہے اور عالمی قوتوں کی اپنے مفادات اور مقاصد کی خاطر مڈبھیڑ ہونے کو ہے۔ امریکا پہلے سے اعلان کر چکا ہے کہ وہ سعودی عرب اور اس کے اتحادیوں کے ساتھ اہداف کے تعین کے حوالے سے معلومات شریک کر کے تعاون کرے گا اور فضا میں جنگی طیاروں کو تیل کی فراہمی کی سہولیات مہیا کرے گا۔

دوسری جانب روس نے بھی ایران پر میزائل خریدنے کی عائد پابندی ہٹا دی ہے۔ روس اور ایران کے درمیان S300 میزائل معاہدہ پہلے سے موجود تھا۔ 2010 میں

ایران پر مغرب کی جانب سے عائد کردہ پابندی کی وجہ سے روس نے بھی ایران کو یہ سسٹم دینے سے انکار کر دیا تھا۔ ایران اور مغرب کے درمیان حالیہ کامیاب ایٹمی مذاکرات کے بعد روس نے بھی یہ پابندی ختم کر دی۔

روس کا یہ اقدام بھی اس لیے کہ اس کا تعلق جنگ سے ہے خطرناک ہے مگر روس کا اس سے زیادہ خطرناک اقدام خلیج میں سمندری جنگی جہازوں کا لانا اور یمن کے حدود میں داخل کرنا ہے۔ اس سے جنگ کے دائرے میں وسعت اور روس اور امریکا آمنے سامنے ہو جانے کے امکانات بڑھ گئے ہیں۔

اس بات سے تو انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سعودی عرب امریکا کے اتحادیوں میں سے ہے، اور یہ بات بھی سب جانتے ہیں کہ سعودی عرب کے دفاع کے نام پر 90 کی دہائی میں آئی ہوئی امریکی فوج اپنے فوجی اڈوں میں تاحال موجود ہے۔ تو ایران کے نام سے ایک بیرونی ملک جو سعودی عرب پر حملے کی دھمکی دے رہا ہے امریکا اس کے خلاف کیوں کچھ نہیں کہہ رہا اور نہ کوئی رد عمل دکھا رہا ہے۔

بہت سے لوگوں کے سامنے یہ سوال ہو گا اور وہ اس حوالے سے امریکی موقف کو حیرت انگیز سمجھتے ہوں گے مگر امریکا کا یہ رد عمل مجھے بالکل حیرت انگیز نہیں لگا۔ سعودی عرب اگر امریکی اتحادی ہے تو ایران بھی اس کا دشمن نہیں بلکہ اس کے محاذ کا ساتھی ہے۔ گذشتہ مارچ کے مہینے میں آخری دنوں میں جنیوا میں امریکا نے اپنے اتحادیوں کی مدد سے ایرانی قیادت سے ایٹمی پروگرام کے حوالے سے مذاکرات کیے۔ انہیں دنوں میں داعش کے چنگل سے عراق کے تیل سے بھرپور شہر تکریت کو چھڑانے کے لیے ایران کے ہاتھوں بنے ہوئے بدر، قدس اور اخوان حزب اللہ کے نام سے ملیشیا کے 3 گروپ، ایران کے پاسداران انقلاب اور امریکی فوج داعش کے خلاف کندھے سے کندھا ملا کر لڑ رہے تھے۔ اس جنگ کی قیادت ایرانی پاسداران انقلاب کے سربراہ جنرل قسیم سلیمانی کر رہے تھے۔

تکریت سے داعش کو نکالنے کے لیے ہونے والی جنگ میں امریکا کی شرکت پاسداران انقلاب کی مرضی سے ہوئی تھی۔ اور معاہدہ بدر، قدس اور اخوان حزب اللہ کے نام سے تین ملیشیا کے مشترکہ ترجمان نعیم العبیدی نے کیا تھا۔ اس معاہدے کی وجہ سے امریکا پوری جنگ میں پاسداران انقلاب اور مذکورہ ملیشیا گروپوں کی فضائی مدد کر رہا تھا۔ اسی جنگ میں امریکا نے غلطی سے ایک ڈرون حملے میں پاسداران انقلاب کے دو بلند رتبہ افسران علی یزدانی اور ہادی جعفری کو ہلاک کر دیا تھا جن کی لاشیں تہران میں سپرد خاک کر دی گئیں۔ ان افسران کی ہلاکت پر ایرانی میڈیا نے بہت شور مچایا۔ یہ ہنگامہ اس وقت تھا جب نعیم العبیدی نے کہا کہ امریکا کے ہاتھوں ان دونوں کی ہلاکت قصداً نہیں ہوئی تھی۔

ان دو افسران کے بشمول اب تک عراق کی جنگ میں عام اہلکاروں سے لے کر جرنیلوں تک 11 بلند رتبہ ایرانی فوجی افسران ہلاک ہو چکے ہیں۔

مذکورہ بالا عراقی ملیشیا وہی ملیشیا ہے جس کے حوالے سے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل بانکی مون نے کہا تھا کہ اس ملیشیا نے جو علاقے قبضہ کیے ہیں وہاں عام لوگوں کو مارا جا رہا ہے۔ عمارتیں زمین بوس ہو چکی ہیں اور اپنے زیر تسلط علاقوں میں لوگوں کا اغواء اور خواتین پر جنسی تشدد کرتے ہیں۔ ایران عراق میں جو مسلح گروپ بھیجتا ہے تو ان کے سامنے نجف، کربلا، کاظمین اور دیگر زیارات کی حفاظت کی بات رکھ کر انہیں جذباتی بناتا ہے۔ مگر ہمیں نہیں معلوم یمن میں ایران کس زیارت اور کس کربلا کی حفاظت کا بہانہ بنا کر فوجی بھیجے گا۔

مختصر یہ کہ اس جنگ میں امریکا جنگ کے محاذ میں اپنے ساتھی ایران کو ناراض نہیں کرنا چاہتا اور امریکی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ وہ جب کسی کو ناراض نہیں کرنا چاہتا تو بہت سی نامناسب حرکتوں پر بھی چشم پوشی کر لیتا ہے بلکہ اس کا تعاون بھی کرتا ہے اور اس راہ میں پوری دنیا کی ملامت بھی برداشت کرتا ہے۔ قدم قدم پر اور ہر طرح کے حالات میں اسرائیل کی حمایت اس کی زندہ مثال ہے۔

سعودی عرب کی قیادت میں اتحادیوں کی جانب سے حوثی باغیوں کے خلاف 26 مارچ کو شروع ہونے والے فضائی حملوں میں جس کو ابھی دو ماہ ہو چکے ہیں تین ہزار سے زائد افراد ہلاک اور ساڑھے تین ہزار زخمی ہو چکے ہیں اس حوالے سے سعودی فوج نے حال ہی میں دعوی کیا تھا کہ انہوں نے حوثیوں کے مرکزی ٹھکانے اور میزائلوں اور اسلحے کے ڈپو تباہ کر دیے ہیں۔ اور اس کارروائی میں بہت سے حوثی باغی ہلاک یا زخمی ہو چکے ہیں۔

تجزیہ کاروں کا خیال ہے کہ ان دعووں میں سعودی عرب اپنی عوام کو یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ ان کی کارروائیاں نتیجہ خیز ثابت ہو رہی ہیں اور وہ اپنا ہدف حاصل کر رہے ہیں۔ اس سے مقصد یہ تھا کہ کارروائی ختم کرے اور اس کے ساتھ ساتھ ہدف کو حاصل نہ کرنے کی خفت سے بھی خود کو بچالے۔ شاید سعودی عرب دو چار روز میں جنگ کے خاتمے کا اعلان کرتا۔ مگر بدقسمتی سے ایران کی دھمکیوں نے ایک بار پھر سعودی عرب کو حوثیوں پر حملے جاری رکھنے پر مجبور کر دیا تا کہ ایران کے ان دھمکیوں کا سخت جواب دیا جاسکے۔

یمن کے اندر حوثی باغیوں پر حملہ سعودی عرب کی داخلہ پالیسی کے حوالے سے انتہائی اہم فیصلہ تھا۔ یہ بات بھی واضح ہے کہ سعودی عرب کی خارجہ پالیسی سعودی شہزادوں کی اتفاق رائے سے بنتی ہے اور اس فیصلے پر سب راضی بھی ہوں گے۔ اگر شاہ عبداللہ حیات ہوتے وہ بھی یہی فیصلہ کرتے مگر چونکہ حکومت کے سربراہ شاہ سلمان بن عبدالعزیز ہیں اور محمد بن سلمان وزیر دفاع ان کے بیٹے ہیں تو یمن کا مسئلہ شاہ سلمان کے لیے بڑا امتحان اور آزمائش ہے۔ سعودی عرب بار بار اپنے عزم کا اظہار کرتا ہے کہ جب تک حوثی ہتھیار نہ ڈال دیں، قانون کے سامنے جھک نہ جائیں اور یمن کے قانونی صدر پھر سے اقتدار نہ سنبھالے اس وقت تک حوثیوں پر حملے جاری رہیں گے۔

سعودی عرب اوپر ذکر کردہ چند چیزوں کے حصول کو جنگ کے اہداف سمجھتا ہے لیکن غور سے دیکھا جائے تو ان اہداف کا حصول آسان نہیں۔ نہ منصور ہادی کو دوبارہ اقتدار دلانا آسان ہے اور نہ اتنی آسانی سے حوثی ہتھیار ڈال کر پسپا ہوں گے۔ حوثیوں نے سعودی عرب کے خلاف مضبوطی سے کھڑے ہونے اور پسپا نہ ہونے کے عزم کا اظہار کیا ہے۔ حوثیوں کے سربراہ عبدالمالک حوثی نے اپنے ٹی وی چینل سے گفتگو کرتے ہوئے حملہ کرنے والوں کے خلاف شدید مزاحمت کا اعلان کیا ہے۔

میرا مقصد یہ ہے کہ حوثیوں کی بغاوت کے نتیجے میں یمن میں اٹھنے والا مسئلہ اتنا چھوٹا نہیں جتنا دیکھا جاتا ہے۔

شاید سعودی عرب حوثیوں کی بغاوت کو کچلنے میں کامیاب ہوجائے اور منصور ہادی اور اس کے حامیوں کو اقتدار مل جائے مگر حوثیوں کے مقابلے میں اس شکست سے کا دفاع کرنا اور اسے برقرار رکھنا سعودی عرب کے بس سے باہر ہے۔ محض فضائی بمباری سے کام نہیں چل سکے گا۔ اور اپنی زمینی فوج یمن کے اندر داخل کرنے پر سعودی کبھی راضی نہیں ہوگا۔ کیوں کہ زمینی فوج کے یمن میں داخلے اور یمنیوں سے مقابلے کی صورت میں سعودی فوج کی کامیابی کے چانس کم اور جانی نقصانات کا احتمال زیادہ ہے کیوں کہ ماضی اس بات کا شاہد ہے۔ 2009 میں جب موجودہ وزیر دفاع کے چچازاد خالد بن سلطان بن عبدالعزیز وزیر دفاع تھے سعودی عرب کی زمینی فوج یمن میں داخل ہوئی۔ یہ فوج یمنیوں سے مقابلہ نہ کرسکی جس کی وجہ سے خالد بن سلطان کو اپنے عہدے سے استعفی دینا پڑا۔

دوسری جانب ایران سے آیا ہوا 850 ٹن اسلحہ اور اہم وسائل ریف بندرگاہ تک پہنچ گئے ہیں جو مکہ مکرمہ سے 800 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ حرم مکی کے اتنے قریب ہونا سعودی عرب کے لیے بڑا خطرہ ہے اور اس خطرے کا خاتمہ انتہائی ضروری بھی ہے اس کے لیے مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ طویل مدت کے لیے جنگ لڑنا نہیں چاہتا جو ایران کا اصل مقصد ہے۔ اس لیے ہم نے کہا سعودی عرب جلد از جلد جنگ کا خاتمہ چاہتا ہے۔

حوثیوں کی بھی حالت اب یہی ہے کہ وہ جنگ کو طول دینا نہیں چاہتے۔ حوثی اپنی جانب سے تو خود کو طویل مزاحمت کے لیے تیار ظاہر کرتے ہیں مگر اس کے باوجود موجودہ فضائی حملوں نے انہیں بہت کمزور کردیا ہے۔ ملک کے شمال مشرق اور جنوب مغرب میں ان کے حق میں لوگوں کی حمایت بالکل ختم ہوگئی ہے۔ حملوں کی وجہ سے کمزوری اور عوام کی اکثریت کی حمایت سے محروم ہونے کی وجہ سے حوثی بھی اب صلح کے لیے تیار ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ سعودی عرب کو کمزور کرنے اور خطے میں اس کا کردار کم کرنے کے لیے ایران اس جنگ کو جاری رکھنا چاہتا ہے یا نہیں۔ جس طرح وہ کہتا ہے کیا واقعی وہ جنگ روکنا چاہتا ہے؟ اور کیا سعودی فوج واقعی اتنی کمزور فوج ہے کہ اس کی حیثیت ایک جنگجو گروپ سے زیادہ نہیں اور کیا ایران واقعی سعودی عرب کی کامیابی کی صورت میں سعودی عرب پر کامیاب حملے کی طاقت

> بہت سے تجزیہ کاروں کا خیال ہے کہ باہر کی دنیا سے یہاں مجاہدین کے آنے اور یہاں مجاہدین کے مضبوط ہونے کی وجہ سے امریکا اور مغربی دنیا اب یہاں جنگ کا خاتمہ اور ایک منظم حکومت قائم کرنا چاہتی ہے۔ باوجود اس کے کہ اس سے قبل سب کا خیال یہ تھا کہ مشرق وسطی کا سیاسی جغرافیہ بدلنے کے لیے امریکا، مغربی دنیا اور اسرائیل پورے مشرق وسطی میں وسیع پیمانے پر جنگ پھیلانا چاہتے تھے۔ 11 ستمبر کے بعد امریکی پالیسی سازوں نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ مشرق وسطی کے سیاسی جغرافیے کو نئی شکل دیں گے۔ پینٹاگون کے "ری شیپنگ مڈل ایسٹ" نامی اس پالیسی کے لیے نام بھی تجویز کرلیا گیا تھا۔ اس پر عمل درآمد کے لیے 2003 میں امریکا نے عراق پر حملہ کردیا۔ مگر امریکا کی بدقسمتی تھی کہ یہاں مجاہدین کی شدید مزاحمت کی وجہ سے وہ یہاں سے اپنے منصوبے کو عملی جامہ نہ پہنا سکا، اس لیے اس کی ساری توجہ حکومتوں کے خلاف عوامی انقلابات برپا کرنے اور اس کے نتیجے میں وہی کچھ لانے پر مرکوز ہوگئی جو آج ہم دیکھ رہے ہیں۔ اور ہماری بدقسمتی ہے کہ اس راہ سے وہ اپنے منصوبے میں کافی حد تک کامیاب ہوچکا ہے۔

رکھتا ہے؟

یہ بات مان لینی چاہیے کہ عسکری لحاظ سے سعودی عرب ایران کا ہم پلہ نہیں ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ سہولیات اور نعمتوں میں پلی ہوئی سعودی فوج ایرانی فوج کے مقابلے میں ناتجربہ کار اور کمزور ہے۔ مگر ایران بھی اس وقت اس حالت میں نہیں جتنا وہ دھمکیاں دیتا ہے۔ ایران اس وقت شام اور عراق کی حکومتوں کو بچانے میں مصروف ہے اور اس کی فوج دونوں ممالک میں عوامی مزاحمت کے خلاف جنگ لڑ رہی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ لبنان کے حزب اللہ اور یمن کے حوثیوں کے ساتھ بھی اس کا تعاون جاری ہے۔ ایسے حالات میں ایران کے لیے ایک نئے ملک کے خلاف جنگ کا مستقل میدان کھول دینا آسان نہیں ہے۔ وہ بھی سعودی عرب نامی اس ملک کے خلاف کہ دو یا تین ممالک کے علاوہ پوری اسلامی دنیا جس کی حامی ہے۔ اور اس پر ایک چھوٹا حملہ بھی قابل برداشت نہیں ہے۔ سعودی عرب کے ساتھ پوری اسلامی دنیا کی اسی ہمدردی کو دیکھتے ہوئے حزب اللہ کے سابق سیکرٹری جنرل الطفیلی نے حوثی باغیوں کے خلاف سعوی کارروائی کی حمایت کی ہے۔ اور حزب اللہ کے موجودہ سربراہ حسن نصر اللہ کی جانب سے سعودی عرب پر ہونے والے اعتراضات کی تردید کی ہے۔ ترکی کے اطلاعاتی چینل اناطولیہ سے گفتگو کرتے ہوئے الطفیلی نے کہا: "حزب اللہ بشارالاسد حکومت کی حمایت میں شامی باغیوں کے خلاف لڑ رہا ہے تو پھر کس دلیل کی بنیاد پر وہ یمن کے باغیوں کی حمایت کرتا ہے۔ حوثیوں پر سعودی حملے پر تنقید کرنے سے پہلے حسن نصر اللہ کو اپنے گریبان میں جھانکنا چاہیے تھا کہ کیا وہ شام میں بغاوت کے خلاف نہیں ہیں؟ دوسروں کی شکست سے پہلے آپ خود شکست کھا چکے ہیں اور جو باتیں آپ دوسروں کے خلاف کہہ رہے ہیں ان تیروں کا رخ سب سے پہلے آپ کی طرف ہے"۔

ایران کے فوجی سربراہان نے کوشش کی کہ سعودی عرب کو بہت زیادہ کمزور دکھایا جائے، ایسا کمزور کہ ساری فوج ایک ناتجربہ کار جنگجو ٹولے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی، مگر ایران کو اس حوالے سے سوچنا چاہیے کہ خود ایران کتنا طاقتور ہے؟ ایران نے شام میں بشار حکومت کی حفاظت اور مخالفین کو دبانے کے لیے کتنی کوششیں کیں؟ مگر دنیا نے دیکھا کہ بشار کی فوج، حزب اللہ اور ایران تینوں مجاہدین کو دبانے میں کامیاب نہ ہوسکے بلکہ ان کے مقابلے میں مجاہدین دن بدن اتنے مضبوط ہوگئے کہ اب ادلب اور جسر الشغور کے جیسے بڑے شہروں پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ سعودی عرب یمن تک پہنچنے کے لیے ایران کے فضائی اور سمندری راستوں کو بند کرنے میں کامیاب ہو چکا ہے۔ حال ہی میں سعودی عرب کے جنگی طیاروں نے یمن میں ایرانی طیاروں کی لینڈنگ روک دی اور اس دلیل کی بنیاد پر انہیں وہاں اترنے کی اجازت نہیں دی کہ انہوں نے اترنے کی اجازت نہیں لی تھی۔ اس کے مقابلے میں ایران صرف اس قدر اعتراض کر سکا کہ عالمی تعاون کے ادارے ریڈ کراس کے تعاون اور اجازت سے ایران کے طیارے ایران میں معالجہ کے لیے آنے والے لوگ اور دوائیں یمن پہنچا رہے تھے۔ سعودی جنگی طیاروں نے انہیں وہاں اترنے کی اجازت نہیں دی حالانکہ ایران اور سعودی عرب کے درمیان یمن کے پروازوں کے حوالے سے معاہدہ بھی موجود ہے۔

ایران شروع میں یہ سمجھتا تھا کہ سعودی عرب بہت جلد دستبردار ہو جائے گا۔ اور حوثی اس کے مقابلے میں مختصر عرصے میں شکست کھا جائیں گے اس لیے وہ جنگ کی طوالت چاہتے تھے اور حوثیوں کو جلد مصالحت کرنے کے لیے چھوڑ نہیں رہے تھے۔ وہ چاہتا تھا کہ سعودی عرب کو طویل جنگ میں گھیر لے تاکہ ہر لحاظ سے کمزور ہو جائے اور خطے میں اس کا کردار محدود ہو جائے مگر ابھی سعودی عرب کا جارحانہ اقدام اور حوثیوں کے نقصانات دیکھ لیے۔ سعودی عرب کے ساتھ اسلامی دنیا کی ہمدردی بھی دیکھ لی اور سعودی عرب پر حملے کی دھمکی کے بعد اسلامی دنیا کا ردعمل بھی دیکھ لیا تو اسے یقین ہو گیا کہ جنگ جاری رکھنے کی بجائے اسے روکنا ہی اچھا ہے۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایران واقعی جنگ روکنے کے حق میں ہے۔

مختصر یہ کہ یہ چند سطور قلمبند کرنے تک سعودی عرب کے حملے جاری ہیں۔ مگر ایسا لگتا ہے کہ ابھی ان حملوں کے آخری مراحل ہیں۔ پس پردہ جو سیاسی کوششیں جاری ہیں وہ ابھی رنگ لانے والی ہیں۔ حوثی اب جلد از جلد جنگ کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ کیوں کہ ان کے جانی نقصانات بڑھ گئے ہیں مگر ہدف کے حصول کی امیدیں خاک میں ملتی نظر آ رہی ہیں۔

مذاکرات اور مصالحت کی راہ میں سعودی عرب کا سخت موقف شاید کچھ رکاوٹ بن جائے کیوں کہ سعودی عرب کا مطالبہ ہے کہ مذاکرات کے نتیجے میں سابقہ حکومت پورے یمن پر پھر سے حاکم ہو جائے، حوثیوں کے ہاتھوں میں کچھ نہ رہے اور سب اپنی پرانی جگہوں پر واپس لوٹ جائیں۔

یمن کے وزیر خارجہ ریاض یاسین نے کہا ہے کہ صدر منصور ہادی نے حوثیوں اور سابقہ صدر علی عبداللہ صالح کی جانب سے کی جانے والی مذاکرات کی پیش کشوں کو مسترد کر دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ جب تک شہروں سے حوثیوں کا قبضہ ختم نہیں ہوتا اس

وقت تک مذاکرات نہیں ہوں گے۔ انہوں نے مزید کہا کہ یمن کا 70 فیصد حصہ حوثیوں کے قبضے سے نکل چکا ہے، حوثیوں کے خلاف عوامی جنگ بہت زوروں پر ہے۔ اور صنعاء اور عدن کے علاوہ پورے یمن سے وہ سمٹ چکے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یمن میں سیاسی حل کے لیے بہت جلد مشروط کوششیں شروع ہونے والی ہیں مگر اہم یہ ہے کہ حوثی اور علی عبداللہ صالح تشدد کا راستہ چھوڑ دیں۔

ان تمام باتوں سے ایسا لگتا ہے کہ یمن میں ان کی جاری جنگ ختم ہونے والی ہے۔ کیوں کہ دونوں فریق اس کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ مگر اس جنگ کے خاتمے کے بعد جو یہاں دوسری جنگ شروع ہونے والی ہے شاید وہ جلد ختم نہ ہو سکے، وہ حوثیوں اور آنے والی امریکا دوست حکومت کے خلاف القاعدہ اور داعش کی جنگ ہے۔ علی عبداللہ صالح اور اس کے بعد منصور ہادی دونوں سربراہان نے امریکا کو اپنا خلوص دکھادیا اور القاعدہ اور مجاہدین کو ختم کرنے کے لیے امریکا کا ہر حکم تسلیم کیا مگر اب جب ایک جانب یمن حکومت ختم ہو گئی ہے اور دوسری جانب حوثی قبیلے سے تعلق رکھنے والے شیعہ گروپ اٹھ گئے ہیں جن کی القاعدہ سے شدید دشمنی ہے اور وہ حرمین پر حملے کی دھمکیاں دیتے ہیں تو یہ دونوں باتیں اس خطے میں القاعدہ اور داعش کے مجاہدین کی تعداد میں اضافے کا باعث بن چکی ہیں۔ حالیہ دنوں میں داعش نے ایک ویڈیو نشر کی ہے جس میں اپنے مجاہدین کو صنعاء کے قریب ایک صحراء میں عسکری تربیت حاصل کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ ان کا سربراہ دھمکیاں دیتے ہوئے دکھایا گیا ہے کہ حوثیوں کے سر کاٹنے اور قبضہ شدہ علاقوں سے ان کا قبضہ چھڑانے کے لیے آئے ہیں۔ انہوں نے یمن کے تمام سنیوں سے مطالبہ کیا ہے کہ حوثیوں کے خلاف جنگ میں ان کے ساتھ ہو جائیں۔ ویڈیو نشر ہونے سے دو روز قبل کار بم حملے میں 5 حوثی ہلاک ہو گئے تھے، 20 مارچ کو صنعاء میں شیعوں کی ایک عبادت گاہ میں ہونے والے بم دھماکے میں 142 افراد ہلاک اور 350 افراد زخمی ہو گئے تھے۔ ان دونوں واقعات کی ذمہ داری داعش نے قبول کی تھی، ایسا لگتا ہے کہ مستقبل میں مجاہدین اور حوثیوں کے درمیان شدید جنگیں شروع ہو جائیں گی۔

بہت سے تجزیہ کاروں کا خیال ہے کہ باہر کی دنیا سے یہاں مجاہدین کے آنے اور یہاں مجاہدین کے مضبوط ہونے کی وجہ سے امریکا اور مغربی دنیا اب یہاں جنگ کا خاتمہ اور ایک منظم حکومت قائم کرنا چاہتی ہے۔ باوجود اس کے کہ اس سے قبل سب کا خیال یہ تھا کہ مشرق وسطی کا سیاسی جغرافیہ بدلنے کے لیے امریکا، مغربی دنیا اور اسرائیل پورے مشرق وسطی میں وسیع پیمانے پر جنگ پھیلانا چاہتے تھے۔ 11 ستمبر کے بعد امریکی پالیسی سازوں نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ مشرق وسطی کے سیاسی جغرافیے کو نئی شکل دیں گے۔ پینٹاگون کے "ری شیپنگ مڈل ایسٹ" نامی اس پالیسی کے لیے نام بھی تجویز کر لیا گیا تھا۔ اس پر عمل درآمد کے لیے 2003 میں امریکا نے عراق پر حملہ کر دیا۔ مگر امریکا کی بدقسمتی تھی کہ یہاں مجاہدین کی شدید مزاحمت کی وجہ سے وہ یہاں سے اپنے منصوبے کو عملی جامہ نہ پہنا سکا، اس لیے اس کی ساری توجہ حکومتوں کے خلاف عوامی انقلابات برپا کرنے اور اس کے نتیجے میں وہی کچھ لانے پر مرکوز ہو گئی جو آج ہم دیکھ رہے ہیں۔ اور ہماری بدقسمتی ہے کہ اس راہ سے وہ اپنے منصوبے میں کافی حد تک کامیاب ہو چکا ہے۔

دجلہ وفرات کے دونوں اطراف اور بلاد شام میں اس جنگ کو اپنے عروج پر پہنچانے میں تو وہ پہلے سے کامیاب ہو چکے ہیں اور اب یمن کی سرزمین یہ جنگ برپا کر کے سعودی عرب اور دیگر عرب ممالک کو اس جنگ میں کھینچ لانے اور جنگ کے شعلے خیبر اور مدینہ منورہ تک پھیلانے میں بھی کامیابی حاصل کر لی ہے۔ اور چاہتے ہیں کہ جنگ کا دائرہ اس قدر وسیع ہو جائے کہ نہ صرف مشرق وسطی بلکہ پوری اسلامی دنیا میں فرقہ وارانہ فسادات بھڑک اٹھیں۔

اس جنگ کے لیے ایندھن اس خطے کے رہنے والے مسلمانوں کے فرقہ وارانہ فسادات ہیں، جس میں ہر فرقہ دوسرے کو نیست ونابود دیکھنا چاہتا ہے۔ شاید اسی لیے امریکا، اسرائیل اور دیگر کفری دنیا یمن میں اسی فرقہ وارانہ جنگ کو مزید ہوا دینا چاہتا ہے اور اسی راستے اپنے اہداف تک پہنچنا چاہتا ہے۔ مگر یہ احتمال بھی ہے کہ مجاہدین کا راستہ روکنے کے لیے جنگ کا خاتمہ کر دیا جائے اور ایک کٹھ پتلی حکومت قائم کر کے اپنے اہداف کے حصول کی کوششیں شروع کی جائیں۔

ملک کا 65 فیصد حصہ دشمن کے وجود سے پاک ہو چکا ہے۔

کابل انتظامیہ کی بنسبت طالبان کی عدالتوں کی جانب عوامی رجحان بڑھ رہا ہے۔

امارت اسلامیہ کے ترجمان قاری یوسف احمدی سے گفتگو

محترم قارئین! امارت اسلامیہ کے ذمہ داران اور صاحب نظر افراد سے گفتگو کے سلسلے میں اس بار امارت اسلامیہ کے ترجمان جناب قاری یوسف احمدی سے افغانستان کے رواں واقعات، عزم آپریشن، سیاسی حالات اور دیگر مربوط موضوعات کے حوالے سے گفتگو ہوئی ہے جو آپ کی توجہات کے نذر کی جارہی ہے۔

سوال: امارت اسلامیہ کے ترجمان جناب قاری یوسف احمد صاحب! سب سے پہلے آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ پہلے ملک کی عمومی صورت حال کے حوالے سے قارئین کو معلومات فراہم کریں مہربانی ہوگی۔

جواب: الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین. وبعد:::::::::سب سے پہلے اپنا سلام اور نیک تمنائیں آپ اور قارئین کی نذر کرتا ہوں۔ گفتگو کے لیے دعوت دینے پر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ کے سوال کے حوالے سے یہی کہوں گا کہ الحمد للہ ملک کے موجودہ حالات خصوصاجہادی صفیں پوری کامیابی سے آگے بڑھ رہی ہیں۔

آپ جانتے ہیں ہمارا ملک جارحیت کا شکار ہے۔ عالمی کفر اور جابر قوتوں نے انتہائی وحشیانہ طریقے سے یہاں قبضہ کیا ہے اور یہ قبضہ یکطرفہ طریقے سے کیا گیا ہے مگر للہ الحمد ہماری مومن اور مجاہد عوام نے امارت اسلامیہ کے فریم ورک میں عالیقدر امیر المومنین کی قیادت میں جارح کفار کے خلاف جس طرح ہونا چاہیے تھا ویسا ہی جواب دیا ہے۔ رواں حالات میں ان کی ظالمانہ جارحیت کے خلاف دینی، سیاسی اور عقلی اعتبار سے بہت بجا اور مناسب مؤقف اختیار کیا ہے۔ ہماری عوام نے جارحیت پسندوں کے خلاف اور اسلامی نظام کی حاکمیت کی خاطر پوری سنجیدگی اور ایمانی قوت سے جہادی مزاحمت جاری رکھی ہوئی ہے۔ تقریبا 14 سال ہوئے ہیں ابھی تک انہیں اس راہ میں تھکن یا پریشانی کا احساس نہیں ہوا۔ اب بھی امارت اسلامیہ کی قیادت میں جہادی مزاحمت سب سے زیادہ اچھی حالت میں جاری ہے۔ ملک کے دوتہائی حصے پر امارت اسلامیہ کی حاکمیت اور شرعی نظام قائم ہے۔ ملک کا 65 فیصد حصہ کفر کی خباثت سے پاک ہو چکا ہے۔ جارحیت پسند عسکری میدان میں واضح شکست سے دوچار ہیں۔ درجنوں جارحیت پسند ممالک اپنی فوجیوں کو مکمل طور پر افغانستان سے نکال چکی ہیں۔ جو جارحیت پسند پیچھے باقی ہیں وہ جنگ کا مورال اور مجاہدین سے آمنے سامنے لڑائی کا حوصلہ ہار چکے ہیں۔ اس لیے اپنے اڈوں میں محصور زندگی بسر کر رہے ہیں۔ جارحیت پسندوں کے عسکری، سیاسی اور ذہنی شکست کے بعد ان کی کٹھ پتلی اور ماتحت انتظامیہ بھی تمام شعبوں میں ناکامیوں کا شکار ہے۔ کٹھ پتلی انتظامیہ ایسے سیاسی ہنگاموں میں گرگئی ہے جس کی وجہ سے اسے ہر وقت گرنے کا خطرہ رہتا ہے اور ممکن ہے بہت جلد یہ گر جائے۔ کٹھ پتلیوں کی فوجی طاقت بھی اب ماضی کی طرح نہیں رہی۔ متحد قیادت اور جنگی حوصلہ ان میں نہیں ہے۔ انتظامیہ عوام اور عالمی دنیا کے درمیان اپنی ساکھ اس قدر خراب کر چکی ہے کہ شاید اس سے پہلے افغانستان نے اس قدر بے اعتماد اور قابل تمسخر حکومت کبھی دیکھی ہو۔ عوام امریکی جارحیت پسندوں سے بیزار ہو چکے ہیں اور وہ ان کی یہاں موجودگی کو اپنے دینی اور قومی مفادات کا نقصان سمجھتے ہیں۔

اس کے مقابلے میں الحمد للہ امارت اسلامیہ کی قیادت میں مجاہدین ماضی کی بنسبت اچھی حالت میں ہیں۔ امارت اسلامیہ جارحیت پسندوں کو شکست دے کر ایک فاتح اور مضبوط قوت بن کر ابھری ہے اور اپنی حیثیت کو ثابت کر دکھایا ہے۔ اب ملکی اور بین الاقوامی سطح پر ان کی اس مضبوط قوت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ امارت اسلامیہ کا داخلی نظم وضبط، مجاہدین کے درمیان اطاعت کا جذبہ، مجاہدین کی اصلاح اور تربیت، عوام سے حسن سلوک اور عدالتوں میں عوام کا رجوع اور شرعی حوالے سے اس کا حل اور فصل، اسی طرح دشمن کے مقابلے میں ثابت قدمی یہ ثابت کرتی ہے کہ ہر جگہ جہادی صف ترقی کی حالت میں ہے۔ یہ ان امتحانی حالات میں اللہ تعالی کی مدد اور

جہادی صف پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی نظر کرم اور رحمت ہے۔ والحمد للہ علی ذالک

سوال: آپ نے امارت اسلامیہ کی ہمہ پہلو کامیابیوں کے متعلق بات کی اس حوالے سے اگر کچھ تفصیلی تذکرہ ہو جائے؟

جواب: جی بالکل، عسکری شعبے میں تو آپ دیکھ رہے ہیں کہ افغانستان کے 34 صوبوں میں امارت اسلامیہ کی تمام تشکیلات فعال ہیں۔ اکثر صوبوں میں اکثریتی علاقے مجاہدین کے زیر کنٹرول ہیں۔ عمومی طور پر حکومت محصور انداز میں رہ رہی ہے۔ مجاہدین نے تمام صوبوں میں عملی طور پر گوریلا حملے، فدائی حملے اور بڑے محاذ قائم کرکے جنگ کا منظم آغاز کر دیا ہے۔ جنگ میں اقدامی کیفیت میں ہیں۔ مجاہدین نے گذشتہ چند مہینوں میں بہت سے اضلاع فتح کیے۔ دانگام، بکوا، وردوج، نوبہار، جرم، چھلگزی اور قندوز کے گورتیپی اور امام صاحب جیسے اہم علاقے مجاہدین کے زیر تصرف ہیں اور یہاں دشمن پر شدید ترین حملے ہوئے ہیں۔ مجاہدین ہلمند، غزنی، قندوز اور کنڑ آپریشن جیسے دشمن کے بڑے بڑے آپریشن ناکام بنانے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔ میدان جنگ کی طرح جہادی تربیت، ذہنی وفکری تربیت اور وسائل کے حوالے سے خود کفالتی کے شعبے میں بھی مجاہدین کو بہت سی کامیابیاں ملی ہیں یہ کفر کے خلاف جہاد کی بقاء کے حوالے سے اچھی خوشخبری ہے۔

جہاد کے ساتھ ساتھ امارت اسلامیہ کا دعوت پروگرام بھی کامیابی سے جاری ہے۔ اور ہر مہینے بہت سے لوگ دشمن کی صفوں سے نکلتے اور مجاہدین کی صف میں شامل ہوتے ہیں۔ صرف گذشتہ اپریل کے مہینے میں 231 افراد اپنے اسلحہ سمیت دشمن کی صف سے نکل کر مجاہدین سے مل گئے ہیں۔ سیاسی شعبے میں بھی امارت اسلامیہ کی کارکردگی موثر اور مدبرانہ شکل میں جاری ہے۔ رواں سال رجب کے وسط میں امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے ارکان نے قطر میں ایک کانفرنس میں شرکت کرکے امارت اسلامیہ کا موقف عالمی سٹیج سے پیش کیا اور اسے اپنے دوستوں اور دشمنوں کے سامنے واضح کیا۔ امارت اسلامیہ نے جارحیت کے خلاف مزاحمت پر زور دیا اور اپنے قانونی موقف کا دفاع کیا۔ اسی طرح دیگر تمام شعبہ جات مثلاً نشریاتی شعبے میں بھی امارت اسلامیہ کی کارکردگی اچھے طریقے سے روبہ ترقی ہے۔ دشمن اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود امارت اسلامیہ کی حقانیت کی آواز کو خاموش نہیں کر سکا اور نہ ہی اس بڑی حقیقت کو دنیا کی آنکھوں سے چھپا سکا۔

سوال: رواں سال 5 رجب 1436 کو امارت اسلامیہ کے رہبری شوریٰ کی جانب سے عزم آپریشن کا آغاز کیا گیا۔ آپ ذاتی طور پر اس آپریشن کے حوالے سے اگر کچھ معلومات دیں؟

جواب: الحمد للہ عزم آپریشن جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں بہت اچھے طریقے سے جاری ہے۔ اور یہ سلسلہ روز بروز تیز ہوتا جا رہا ہے۔ اس آپریشن کے پہلے روز مجاہدین نے پورے ملک میں 300 سے زائد حملے کیے۔ معمول کے حملوں کے ساتھ ساتھ آپریشن کے دوسرے روز بڑے بڑے گروپ حملے بھی مختلف علاقوں میں کیے گئے۔ اس سلسلے میں آپ نے دیکھا کہ قندوز میں بھی مجاہدین نے خلاف معمول بڑی کارروائیاں کیں۔ قندوز مرکز کے قریب گورتیپی کے علاقے میں، قلعہ زال، علی آباد اور ضلع امام صاحب سمیت مرکز کے علاوہ تمام علاقے دشمن کے قبضے سے چھڑا لیے۔ یہاں میں مثال کے طور پر قندوز میں عزم آپریشن کے پہلے ہفتے کی کامیابیاں مختصراً ذکر کرتا ہوں جس سے قارئین کے سامنے اس آپریشن کی تاثیر واضح ہو جائے گی۔

عزم آپریشن کے پہلے ہفتے میں قندوز میں مجموعی طور پر 232 فوجی، پولیس اربکی ہلاک ہوئے ہیں۔ 146 دیگر اہلکار شدید زخمی ہوئے ہیں۔ 58 اربکی زندہ پکڑے گئے ہیں۔ دشمن کے 20 ٹینک تباہ ہوگئے۔ 13 رینجر گاڑیاں تباہ ہوگئیں۔ دشمن کی 65 چیک پوسٹیں فتح ہوئیں۔ 41 گاؤں دشمن کے وجود سے پاک کر دیے گئے۔ 12 ٹینک، 11 گاڑیاں، 11 موٹر سائیکل، سینکڑوں کی تعداد میں اسلحہ اور بڑی مقدار میں ہلکا اور بھاری اسلحہ اور اہم وسائل غنیمت میں پکڑے گئے۔ یاد رہے کہ قندوز کی اس پوری لڑائی میں 9 مجاہدین شہید اور 10 زخمی ہوگئے ہیں۔

قندوز کی طرح بدخشان میں بھی مجاہدین نے بڑی فتوحات حاصل کی ہیں۔ اس صوبے کے ضلع جرم میں مجاہدین نے شاہین چھاونی کا ایک مکمل بریگیڈ تباہ کر دیا۔ جس میں دشمن کے درجنوں فوجی ہلاک ہوگئے۔ درجنوں کی تعداد میں زندہ پکڑے گئے۔ جرم کی فتوحات میں مجاہدین نے 30 کلومیٹر کے طول وعرض کے علاقے دشمن کے وجود سے پاک کرکے اپنے کنٹرول میں شامل کر دیے۔

بدخشان کے جرم کی طرح وردوج میں مجاہدین نے عزم آپریشن کے سلسلے میں دشمن کے دو اہم اڈے اور 10 چیک پوسٹیں فتح کی ہیں اور بڑی تعداد میں اسلحہ اور اہم وسائل حاصل کیے ہیں۔ اسی طرح صوبہ بغلان میں عزم آپریشن کے کے پہلے ہفتے میں مرکزی بغلان، پل خمری، دہنہ غوری اور دوشی کے علاقوں میں مجاہدین نے دشمن کے 9 فوجی مراکز اور 22 پوسٹیں فتح کی ہیں۔ 32 بڑے گاؤں دشمن کے وجود سے پاک کر دیے۔ بغلان میں بھی اسی عرصے میں دشمن کے بہت سے اہلکار ہلاک ہوئے ہیں۔ بہت سا اسلحہ اور وسائل مجاہدین کو غنیمت میں ملے ہیں۔

ان صوبوں کے علاوہ فاریاب، غور اور سرپل میں بھی علاقوں کے صفایا اور فتوحات کا سلسلہ بہت تیزی سے جاری ہے۔ اور ان شاء اللہ بہت جلد مستقبل میں ہم ان علاقوں

میں بڑی فتوحات دیکھ سکیں گے۔ عزم آپریشن کے سلسلے میں اروزگان کے پولیس ہیڈکوارٹر کے ایک افسر، قندہار کے پولیس چیف کے نائب، بلخ میں فوجی بریگیڈ کے سربراہ اور ملک کے طول وعرض میں دشمن کے بہت سے افراد ہلاک ہوئے ہیں۔ صوبہ قندہار میں فدائی حملے میں ایک دن میں 11 فوجی ہلاک ہوئے ہیں۔ فراہ کے بالا بلوک، ہلمند کے ضلع سنگین، خوست کے علیشیر واور دیگر بہت سے علاقوں میں گذشتہ چند دنوں میں قابل توجہ فتوحات مجاہدین کو نصیب ہوئیں یہ سب عزم آپریشن کی کامیابی کی علامات ہیں۔

سوال: مجاہدین نے دشمن کے ساتھ جنگ کے علاوہ عوام کے لیے کچھ کیا ہے یا نہیں؟

جواب: جی ہاں، امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے عوام کی جان ومال کی حفاظت کی ہے۔ مثلاً چوری، ڈاکے، بے جااور ناجائز قتل اور خودسر مسلح گروپوں کا خاتمہ کیا ہے۔ اور بہت سے صوبوں میں چوروں کو پکڑ کر انہیں سزادی ہے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے بے گناہ لوگوں کو قتل کیا تھا شریعت محمدی کی روشنی میں ہماری عدالتوں کے فیصلوں کے مطابق انہیں قصاص کیا ہے۔ کیوں کہ شرعی حدود کا قیام اور شریعت کا نفاذ ایک اہم فریضہ ہے۔ جس سے اللہ تعالی راضی ہوتا ہے اور اسی طرح عوامی حمایت حاصل ہوتی ہے۔ اس سے لوگوں کا مجاہدین پر اعتماد اور بڑھ جاتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ قضایا کے بہترین حل کے لیے بڑی تعداد میں لوگ مجاہدین سے رجوع کررہے ہیں۔ شہروں میں ہو یادور دراز کے دیہاتوں میں۔ اسی طرح عوام کے لیے فلاحی اور رفاہی کاموں اور تعلیم وتربیت کے امور کے لیے بھی راہ ہموار کی ہے۔

سوال: آپ امارت اسلامیہ کے ترجمان کی حیثیت سے اپنے عوام کو کس قدر اطمینان دلاسکتے ہیں کہ امارت اسلامیہ جہادی اہداف اور عوام کے خواہشات کے کہاں تک ضامن رہیں گے اور اس راہ میں سستی اور کمزوری کی پالیسی اختیار نہیں کریں گے؟

جواب: امارت اسلامیہ ایک ایسی صف ہے جہاں مجاہدین سب کے سب ایک نظریے اور فکر کی خاطر جمع ہوئے ہیں۔ دراصل یہی مشترک خواہش اور مقدس نظریہ ہے جس نے اس صف کو روح اور زندگی عطا کی ہے۔ امارت اسلامیہ کوئی ایسی سیاسی تنظیم نہیں جس کا سارا اختیار چند محدود لوگوں کے مزاج کے تابع ہو۔ ہماری پالیسی معلوم ہے۔ امارت اسلامیہ کی پالیسی وہی محمدی شریعت اور اللہ تعالی کے نازل شدہ احکام ہیں۔ وہ تبدیلی کے قابل نہیں ہیں۔ امارت اسلامیہ کا ہر فرد بڑے سے لے کر چھوٹے تک سب پر شریعت اسلامیہ کا حکم ماننا لازم ہے اور اگر کوئی اس سے حکم عدولی کرتا ہے تو جیسا کہ آپ نے پہلے دیکھا امارت اسلامیہ نے اس سے بیزاری کا اعلان کیا اور اسے اپنے صف سے نکال دیا ہے۔ اس لیے میں تمام مجاہدین، اپنے مومن عوام اور عالمی اسلامی امت کو جو امارت اسلامیہ سے اعتقاد رکھتے ہیں یقین دلاتا ہوں کہ ان کی امیدوں کے ساتھ دھوکہ نہیں ہوگا۔ یہ صف شہیدوں کے خون اور مخلص مجاہدین کی قربانیوں سے بنی ہے۔ امارت اسلامیہ ایک فعال اور ذمہ دار تحریک کی حیثیت سے اپنے پاک اہداف کے حصول کے لیے مختلف قانونی راستوں اور مواقع کا استعمال کرتی ہے۔ مگر جس طرح اب تک اللہ تعالی نے انہیں انحراف سے بچایا ہے مستقبل میں بھی کبھی ان شرعی حدود سے تجاوز نہیں کریں گے۔ مجاہدین اور عوام امارت اسلامیہ پر اعتماد رکھیں۔ اور دشمن کے پروپیگنڈے، شیطانی وساوس اور قبل از وقت فیصلوں کی بجائے حقیقی اور معروضی حالات سے خود باخبر رکھیں۔ اور جب تک اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں شریعت مخالف اور باغرض لوگوں کی باتوں کی پیچھے نہ جائیں۔

سوال: آخری سوال یہ کہ امارت اسلامی کے ترجمان کی حیثیت سے تمام ہم وطنوں اور مجاہدین کے نام کیا پیغام دیں گے۔

جواب: میرا پیغام پہلے تو امارت اسلامی کے مجاہدین کو ہے کہ وہ پہلے اپنے ذاتی افعال کی اصلاح اور امیر کی اطاعت کریں، جہاد میں اپنی نیتیں صحیح رکھیں۔ اور عوام کے ساتھ مزید نرمی اور محبت کا سلوک کریں۔ اور دشمن کے خلاف فیصلہ کن اور موثر تیکنیک استعمال کریں۔ عوام کے نام میرا پیغام یہ ہے کہ ماضی کی طرح اور بھی مجاہدین بھائیوں کے شانہ بشانہ کھڑے ہوں۔ جان ومال سے جارحیت پسندوں اور کٹھ پتلیوں کے مقابلے میں مجاہدین کی مدد کریں۔ اور کٹھ پتلی انتظامیہ کے حکام کو میری نصیحت ہے کہ اب اس صف سے باہر نکل آئیں اور سچی توبہ کریں۔ نیشنل آرمی اور پولیس کو میری وصیت ہے کہ اپنے اسلحے کا رخ اسلام اور ملک کے دشمن قوتوں کی جانب کریں۔ اور اس زریں موقع سے فائدہ اٹھائیں۔ دنیا بھر کے مسلمانوں اور مسلم ممالک سے مجھے امید ہے جہاں تک ممکن ہو مجاہدین کی مدد کریں۔ اور وہ ممالک جنہوں نے ناٹو میں شامل ہوکر افغانستان کی تباہی میں حصہ لیا ان کے حکام کو مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ مزید اب اپنی افواج کو امریکی مقاصد کے لئے قربان کرنے سے بچیں۔ اپنی پالیسی پر نظر ثانی کریں اور اپنی فوج جلد از جلد افغانستان سے نکال دیں۔ مزید افغانوں کو بھی اذیت نہ دیں اور نہ افغانوں کے ہاتھوں اپنے بیٹوں کی قربانی کروائیں۔ اس میں ان کے لیے بھی خیر ہے اور افغانوں کے لیے بھی۔

شکریہ محترم قاری صاحب

آپ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ شاد رہیں۔

فولادی عزم

تحریر: شکور شفق

امارت اسلامی افغانستان نے 5 رجب المرجب 1436ھ بمطابق 24 اپریل 2015 کو ملک بھر میں موسم بہار کے آغاز پر عزم آپریشن کا اعلان کیا۔ اطلاعات کے مطابق عزم آپریشن کی پہلی کارروائی افغانستان میں موجود صلیبی جارحیت پسندوں کے مرکزی اڈے بگرام پر ہوئی۔ اس کارروائی کے ساتھ ملک کے تمام صوبوں، اضلاع، عام شاہراہیں امریکی فوجی اڈے، کٹھ پتلی فوج کے مراکز، فوجی چوکیاں اس مبارک آپریشن کا ہدف بنے رہے۔ جن میں سینکڑوں غیر ملکی جارحیت پسند اور کٹھ پتلی فوج کے اہلکار ہلاک ہونے کے علاوہ بڑی تعداد میں فوجی زخمی بھی ہوئے۔

امارت اسلامی کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد اور قاری محمد یوسف احمدی کے مطابق: عزم آپریشن کے پہلے دن ملک کے طول وعرض میں امریکی جارحیت کے خلاف ان کے کئی اہم جنگی مراکز، فوجی میٹنگز، دفاعی چوکیوں اور فوجی قافلوں پر 327 چھوٹے اور بڑے حملے ہوئے جن میں دشمن کو ہماری توقع کے برعکس بھاری جانی اور مالی نقصان پہنچا۔

ہر سال معمول کے مطابق امارت اسلامی موسم بہار کے آغاز پر صلیبی جارحیت کے خلاف نئے نام سے آپریشن کا اعلان کرتی ہے گزشتہ سالوں کے نصرت، فتح، بدر، اور خالد بن ولید کے مبارک ناموں کے تحت تاریخی آپریشنز اس کی چند روشن مثالیں ہیں۔ جس کے نتیجے میں امریکی جارحیت پسندوں کو بھاری نقصانات اٹھانے پڑے اور ان کا غرور خاک میں مل گیا۔ اس طویل جنگ نے ان کی معاشی قوت کی کمر توڑ کر رکھ دی۔

سیاسی اور فوجی مبصرین کے مطابق امارت اسلامی کی جانب سے شروع کئے گئے طوفانی آپریشن سے کٹھ پتلی حکومت کو شدید خطرات لاحق ہوگئے ہیں اور صلیبی جارحیت پسندوں کے مذموم عزائم خاک میں ملادیئے ہیں۔ دوسری جانب ان پروپیگنڈوں کا بھی دندان شکن جواب دیا جب میڈیا پر یہ کہاجانے لگا کہ "طالبان اب لڑنے سے اکتا چکے ہیں اور ان میں طویل جنگ لڑنے کی ہمت نہیں"۔ یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ امارت اسلامی کے مجاہدین صرف چند صوبوں اور اضلاع تک محدود نہیں بلکہ ملک کے ہر کونے میں منظم، متحد اور ہر قسم کے بڑے حملوں کی طاقت رکھتے ہیں۔

جی ہاں فولادی عزم کے قوی جھٹکوں نے ثابت کر دکھایا کہ امارت اسلامی کے مجاہدین ماضی کی نسبت نئے جنگی تجربات اور عصری جنگی مہارتوں سے واقف ہوچکے ہیں جن سے استفادہ کرتے ہوئے مجاہدین نے دشمن کو اتنا خوف زدہ کردیا ہے کہ مجاہدین کے خوف سے بزدل جنرل اور کمانڈرز کے حوصلے پست ہوگئے ہیں۔ وہ خوف کی اس فضاء سے نکلنے کیلئے اپنا زیادہ تر وقت منشیات کے استعمال میں لگاتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ میدان جنگ سے دور رہیں۔ جبکہ دوسری جانب مجاہدین کے حوصلے نہایت ہی بلند ہیں۔ اور ہر قدم پر فتوحات حاصل کر رہے ہیں اور ملک کی آزادی اور استقلال تک فولادی عزم اور بلند حوصلوں کے ساتھ سفر جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ملک میں جاری جہادی کارروائیوں پر نظر رکھنے والوں کے مطابق عزم آپریشن گزشتہ چودہ سالوں میں کم وقت میں سب سے زیادہ فتوحات کے لحاظ سے سب سے مہلک آپریشن ثابت ہوا ہے جو ملک کے ہر کونے تک پھیل چکا ہے اور مسلسل طور پر کامیابیوں کی نوید سنائی دے رہی ہے۔ ان کے مطابق مجاہدین مستقبل میں بھی اپنی کارروائیاں اسی طرح جاری رکھیں گے۔ اور ملک کے طول وعرض میں سٹریٹجک اہمیت کے حامل مختلف علاقے مغربی جارحیت پسندوں اور ان کے کاسہ لیسوں کے قبضے سے چھڑانے اور امارت اسلامی کے پرچم لہرانے کی مکمل صلاحیت رکھتے ہیں۔ ملک کے مختلف علاقوں میں متعدد اضلاع پر مجاہدین کا قبضہ اور دشمن کا فرار اس کی واضح مثالیں ہیں۔

مختصر یکہ عزم آپریشن کی شاندار کامیابیوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ افغانستان کا مستقبل روشن ہے اور افغان عوام بہت جلد اپنی سرزمین کی آزادی کی نوید سنیں گے۔ عزم کا کامیاب آپریشن ہمارے پیارے ملک کی آزادی افغان عوام کے امنگوں کا ترجمان، عقیدوی اور اسلامی آزادی کا پیغام لئے دشمن پر بجلی بن کر گری ہے اور ان کے تمام مذموم عزائم خاک میں ملادیئے ہیں اور ان کو ظالمانہ جارحیت کا منہ توڑ جواب دیا ہے اور جن شیطانی مقاصد کیلئے وہ افغانستان پر حملہ آور ہوئے تھے ان کی تمام آرزوئیں فوجیوں سمیت یہاں دفن ہوں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

پگواش کانفرنس میں شرکت امارت اسلامی کی سیاسی فتح

تحریر: امید

افغانستان پر امریکی قیادت میں تقریباً پچاس ممالک کی مجموعی فوجی جارحیت کی ناکامی اور شرمندگی کی داستان چودھویں سال میں داخل ہو چکی ہے۔ جارح قوتیں جنگ سے بیزار دکھائی دیتی ہیں۔ دنیا کے محققین اور دانشور اس بات پر حیرت کا شکار ہیں کہ وقت کے سب سے ترقی یافتہ ٹیکنالوجی کی حامل فوج اور ہر قسم کی جنگی وسائل سے لیس ہونے کے باوجود تیرہ سال کی طویل اور خوفناک جدوجہد جس میں ان کے ہزاروں فوجی بھی کام آئے اور اپنے تمام وسائل اس جنگ میں جھونک دیئے لیکن اس کے باوجود طالبان پہلے سے زیادہ قوت میں ہیں اور اپنی جہادی کارروائیاں دارالحکومت میں بھی جاری رکھے ہوئے ہیں۔

امریکا کی کوشش ہے کہ افغانستان میں اپنی شکست کے آثار دنیا سے خفیہ رکھے جائیں۔ مختلف وسائل اور منصوبوں کے تحت دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کی جارہی ہے کہ جنگ کا فاتح امریکا ہے طالبان کو شکست دی جاچکی ہے اور وہ شدید مشکلات کا شکار ہیں۔ افغان عوام مجبور ہیں کہ ان کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کریں۔ لیکن دنیا میں امریکا کی اس روش اور پروپیگنڈے پر کوئی شخص یقین کرنے کو تیار نہیں۔ بے شمار دلائل اور وجوہات کی بناء پر وہ امریکا کی اس فتح کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

طالبان مسلسل طور پر مختلف سیاسی اور میڈیا کے پلیٹ فارم سے امریکا کے ان دعوؤں کی تردید کرتے آرہے ہیں۔ اور واضح طور پر دنیا کو یہ پیغام دیا ہے کہ امریکا جنگ کی حقیقی صورت حال کو دنیا سے خفیہ رکھنے کی ناکام کوشش میں مصروف ہے۔ طالبان جنگ کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ یعنی کہ میدان جنگ میں امریکا کے جانی اور مالی نقصانات انتہائی حیران کن ہوتے ہیں اور ان کی فتح کا کوئی امکان نہیں۔

یقیناً طالبان نے نہایت ہی مشکل حالات میں جہاد جاری رکھا اور امریکی جارحیت کے خلاف تاحال اپنے محاذوں پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ اور بیش بہا قربانیوں کی بدولت امریکا اور اس کے حواریوں کو دن میں تارے دکھادیئے ہیں۔ امریکی فتح کے وہ تمام امیدیں خاک میں ملادی ہیں جو انہوں نے افغانستان پر جارحیت کے دوران آنکھوں میں سجائے تھے۔ امریکا اپنے تمام اتحادیوں سمیت افغانستان میں بری طرح پھنس چکا ہے جس کی وجہ سے امریکا کے اتحادی یکے بعد دیگرے افغانستان سے فرار ہو چکے ہیں اور باقی اپنے فرار کی راہ ڈھونڈ رہے ہیں۔

آج امریکی عوام کی اکثریت اس بات پر تشویش میں مبتلا اور پریشان ہیں کہ افغانستان کی جنگ میں امریکا اکیلا رہ گیا ہے کیونکہ متعدد اتحادی ممالک افغانستان میں اپنا فوجی مشن ختم کر کے فرار ہو چکے ہیں اور باقی ماندہ ممالک بھی جنگ سے بیزار اور واپس اپنے ممالک لوٹنا چاہتے ہیں۔ دوسری طرف امریکا کے درجنوں فوجی روزانہ اس جنگ میں کام آتے ہیں۔ امریکا اس جنگ پر یومیہ لاکھوں ڈالرز خرچ کر رہا ہے اس کے باوجود کامیابی ان کا مقدر نہیں بنی۔ اس لئے ہر امریکی شہری اوباما حکومت پر شدید تنقید کرتا دکھائی دیتا ہے اور جنگ کے خاتمے میں ناکامی کا ذمہ دار اوباما حکومت کو ٹھہراتے ہیں۔

اوباما اور اس کے حکومتی ارکان عوام کے احساسات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ وہ جنگ کا خاتمہ چاہتے ہیں لیکن اوباما حکومت کی کوشش یہی ہے کہ عوام کو سیاسی کشیدگیوں میں مصروف رکھا جائے اور جنگ کی بجائے سیاسی میدان سے اپنے مقاصد حاصل کرنے ،طالبان پر دباؤ ڈالنے اور انہیں مرعوب رکھنے اور مذاکرات کی میز پر لانے کی کوشش کی جائے۔ لیکن طالبان کو حالات کا مکمل ادراک ہے ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھاتے ہیں۔ ہر واقعے پر فوری ردعمل کی بجائے مکمل تحقیق کے بعد اقدامات کا فیصلہ کرتے ہیں۔ میدان جنگ میں امریکا کی کمزوری طالبان کو معلوم ہو چکی ہے اور طالبان جنگ کے کچھ تلخ گھونٹ مزید امریکا کے حلق میں انڈیلنا چاہتے ہیں تاکہ مستقبل میں وہ عبرت پکڑیں۔ طالبان کٹھ پتلی انتظامیہ سے مذاکرات کی بجائے اپنے ایک نکاتی ایجنڈے پر عمل پیرا ہیں اور آخری جارحیت پسند فوجی کی موجودگی تک جہاد جاری رکھنے کا عزم بار بار دہرا رہے ہیں۔ اور طالبان کا مذاکرات کی میز پر آنے کا واحد راستہ امریکی اور اتحادی جارحیت پسندوں کا مکمل انخلاء ہے اور اس موقف سے ایک انچ بھی پیچھے ہٹنے کیلئے تیار نہیں۔ فوجی انخلاء کے بغیر طالبان امریکا کے ساتھ مذاکرات کو افغانستان اور افغان عوام کے مفاد میں نہیں سمجھتے اور اس بات چیت سے طالبان عوام میں اپنا مقام کھو بیٹھیں گے۔ لیکن امریکا طالبان اور عوام کے درمیان اختلافات اور کدورتیں پیدا کرنے کیلئے جعلی اور اصلی طالبان کے شوشے چھوڑ رہے ہیں۔ اس سلسلے میں کچھ جعلی چہروں کو میڈیا پر اس طرح پیش کیا گیا کہ طالبان امریکا کے ساتھ براہ راست بات چیت کیلئے تیار ہیں۔ اسی طرح کچھ علاقوں میں ڈاکوؤں اور لٹیروں کو طالبان کا نام دینا اور میڈیا پر ان سے اسلحہ لینا وہ تمام عوامل ہیں جن کو بروئے کار لا کر امریکا طالبان کی نیک شہرت کو نقصان پہنچانے کے درپے ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر

کرنے کی کوشش کی جارہی ہے کہ طالبان کی اکثریت جنگ سے دستبردار ہو کر افغان فوج کا ساتھ دے رہی ہے۔ لیکن بہت جلد یہ سازش بے نقاب ہوئی کہ امریکا ان جیسے فریب کاریوں سے اپنے مذموم مقاصد حاصل کرنے کی تگ ودو میں ہے۔

طالبان آخر تک اپنے مطالبات پر ڈٹے رہے اور آخر تک اپنا اصولی فیصلہ بر قرار رکھا۔ بالآخر قطر میں دفتر کا قیام عمل میں آیا۔ جس میں امارت اسلامی کی اجازت سے امارت اسلامی کے چند مخلص مجاہدین امارت کی نمائندگی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ خلیج عرب میں مشہور اسلامی اور عرب ممالک کی میزبانی میں امارت اسلامی کے نمائندوں کو دنیا کے سامنے امارت اسلامی کا موقف بیان کرنے اور افہام وتفہیم کے سلسلے میں کچھ سوالات اور امارت اسلامی پر اعتراضات کے جوابات دینے اور افغانستان میں جاری حق و باطل کے معرکے میں پیش آنے والے ان واقعات سے دنیا کو آگاہ رکھنے کا ایک پلیٹ فارم میسر آگیا ہے جنہیں امریکا دنیا سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس سلسلے میں کئی ممالک کی طالبان کے بارے میں موجود وہ تمام خدشات ختم ہوچکے ہیں جو امریکی پروپیگنڈے کے نتیجے میں پیدا ہوئے تھے۔ وہ اس بات کو تسلیم کرنے لگے کہ افغانستان میں تمام فسادات کی جڑ امریکا کی فوجی جارحیت ہے۔ جب بھی امریکا جارحیت سے کنارہ کشی اختیار کرلے وہی دن افغانستان کے نجات اور امن کا پیغام ثابت ہوگا۔ اس لئے غیر ملکی فوجیوں کی جلد انخلاء وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ تاکہ افغان جنگ کا جلد خاتمہ ہوسکے۔

قطر دفتر کے قیام کے دوران امریکا اور ان کے کاسہ لیسوں امارت اسلامی کو اس بات کی شدید تاکید کر رہے تھے کہ امارت اسلامی قطر میں اپنے دفتر کو "طالبان کی اسلامی تحریک" کا نام دیں نہ کہ "امارت اسلامی" کا۔ چونکہ یہ کام افغان عوام اور امارت اسلامی کیلئے قابل عمل نہیں تھا اس لئے کہ امارت اسلامی ایک واضح شرعی حقیقت کی حامل ہے۔ اور افغانستان پر امریکا کی قیادت صلیبی جارحیت پسندوں کی جارحیت کے بعد اس کی شرعی حیثیت اب بالکل تبدیل نہیں ہوسکتی۔ اور نہ امریکا کے کہنے پر ایک شرعی امیر اپنی امارت سے معزول ہوسکتا ہے۔ اسی لئے امارت اسلامی جس طرح کل ایک زندہ حقیقت تھی، آج بھی شریعت کے زریں اور رہنما اصولوں کے مطابق اس کی شرعی حیثیت اپنی جگہ مسلم ہے اس لئے طالبان کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ اپنے اس حق کا سختی سے دفاع کریں۔ افغان عوام کیلئے کوئی اقدام قابل قبول نہیں جو امارت اسلامی کی پالیسی سے متضاد ہو۔

قطر کے سیاسی دفتر سے امارت اسلامی کو ایک اور فائدہ یہ ملا کہ اپنے پانچ سرکردہ رہنماؤں کو ایک امریکی فوجی کے بدلے بدنام زمانہ گوانتانامو جیل سے رہا کروا کر قطر کے دارالحکومت دوحہ میں ان کی رہائش کا بندوبست کیا۔ اس کے ساتھ قطر کے دفتر سے کچھ بین الاقوامی کانفرنسز میں اظہارِ خیال کا موقع بھی ملا۔ جن میں جاپان اور فرانس کے کانفرنس جن میں امارت اسلامی کے نمائندوں نے خطاب بھی کیا۔ اسی طرح 2اور 3 مئی 2015 کو قطر کے دارالحکومت دوحہ میں منعقد ہونے والے بین الاقوامی کانفرنس میں بھی امارت اسلامی کے نمائندوں کو خطاب کا موقع ملا۔ یہ کانفرنس بین الاقوامی این جی اوز پگواش نے منعقد کی تھی جس میں انہوں نے اپنے مظلوم عوام کی آواز دنیا تک پہنچائی۔ یہ سیاسی میدان میں امارت اسلامی کی بڑی فتح ہے۔

سیاسی مبصرین کے مطابق: جاپان اور فرانس کے کانفرنسز کے بعد افغان جنگ کے خاتمے اور اس کا حل تلاش کرنے کیلئے پگواش کانفرنس کا انعقاد اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اب بین الاقوامی سطح پر طالبان کے موقف اور نظریات سے لوگ بڑی حد تک واقف ہیں اور ان کی کوشش بھی ہے کہ طالبان کے نمائندوں سے براہِ راست بات کی جائے اور ان کے مطالبات سنے جائیں۔

ان کانفرنسز میں شرکت کے بعد طالبان نے افغان جنگ کی طوالت کے تمام اسباب اور عوامل دنیا کے سامنے بیان کردیئے ہیں وہ تمام حقائق جو امریکا دنیا سے چھپانے کی کوشش کرتا ہے امارت اسلامی کے نمائندے ہر کانفرنس میں وہ تمام حقائق دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

پگواش کانفرنس کے منتظمین نے کانفرنس کے اختتام پر ایک اعلامیہ جاری کیا جس میں واضح طور پر یہ کہا گیا کہ دوحہ کانفرنس ایک آزاد اور غیر سرکاری کانفرنس تھی جس میں دنیا کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو اظہارِ خیال کا موقع دیا گیا۔ اعلامیے میں کانفرنس میں شرکت کرنے والوں اور قطر حکومت سے افغان جنگ کے خاتمے میں قابل ذکر خدمات انجام دینے پر شکریہ ادا کیا۔ اس کے علاوہ اعلامیے میں افغان شہریوں کی ہلاکت کی مذمت بھی کی گئی اور ان کی حفاظت کی ذمہ داری جنگ میں شریک دونوں فریقوں کو ادا کرنے کی تاکید کی گئی۔ کانفرنس میں شریک تمام افراد نے غیر ملکی فوجیوں کے انخلاء کی تائید کی۔ اسی طرح بعض طالبان رہنماؤں کے نام بلیک لسٹ سے اسی لئے خارج کردیئے گئے ہیں تاکہ جنگ کے خاتمے کی راہ ہموار ہوسکے۔

مجموعی طور پر اگر دیکھا جائے تو پگواش کانفرنس امارت اسلامی کے موقف کو دنیا تک پہنچانے کا ایک اہم اسٹیج ثابت ہوا۔ اور امارت اسلامی کے نمائندوں نے اس موقع کا بھر پور فائدہ اٹھایا۔ عالمی دنیا کو چاہئے کہ مستقبل میں امارت اسلامی کے ساتھ کینہ و بغض کا معاملہ رکھنے کی بجائے افغان معاملات میں امارت اسلامی کو ایک واضح حقیقیت کے طور پر تسلیم کریں۔ اور تعصب کی بجائے حقیقی آنکھوں سے افغانستان کے حالات کا جائزہ لے۔

پھر یہ بات ممکن ہے کہ اس طرح کی کوششیں افغانستان میں امن کا پیغام لانے میں مثبت ثابت ہوسکیں گی۔ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ زبردستی کوئی بھی فیصلہ افغان قوم کیلئے ماننے کے قابل نہیں۔ امریکا بھی اپنے تمام تر زور آزمائی کے بعد ناکام ونامراد لوٹنے کو ہے اور اسے اس پالیسی پر بڑی دیر تک عمل پیرا ہونا ممکن نظر نہیں آتا۔

گستاخانہ خاکوں کی دوبارہ اشاعت، مغرب کی پست ذہنیت کی عکاس ہے

ہمدرد

مغرب میں ایک منصوبہ کے تحت آزادی اظہار رائے کے نام پر پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاکے شائع کرکے ان کی شان اقدس میں گستاخی کی ناپاک جسارت کی گئی جو مغربی دنیا کی پست ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے ،اہل مغرب مسلسل مسلمانوں کے دینی جذبات کو مجروح کرنے اور اشتعال پیدا کرنے کو آزادی اظہار رائے سمجھتے ہیں۔

اس ناپسندیدہ عمل کا سلسلہ گزشتہ چند سالوں سے جاری ہے، حال ہی میں امریکہ کے صوبہ ٹیکساس میں گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کا مقابلہ کیا گیا اور اس پر انعام رکھا گیا جس پر دو مسلمانوں نے حملے کی کوشش کی لیکن پولیس نے فائرنگ کرکے دونوں کو شہید کر دیا۔(انا للہ وانا الیہ راجعون)

وائٹ ہاوس کے ترجمان نے ان دو مسلمانوں کے بارے میں میڈیا کو بتایا، آزادی اظہار رائے کے خلاف شدت پسندوں کا ردعمل بلاجواز تھا! اب سوال یہ ہے کہ کیا آزادی اظہار رائے کے نام پر دنیا کے دو ارب مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے کا جواز ہے؟ کیا آزادی اظہار رائے کی آڑ میں دیگر ادیان کے مقدسات کی اہانت کی جاسکتی ہے اور پھر اسی دلیل کی بنا پر اس اقدام کی مذمت نہیں کرنی چاہیے؟ ہمیں ماننا چاہیے کہ مسلمانوں کی دل آزاری کرنا اور نفرتیں پیدا کرنا مغربی دنیا کی پالیسی ہے اسی لئے وہ ایک منظم منصوبے کے تحت وقتاً فوقتاً اس طرح گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کی جسارت کر رہے ہیں۔

یہاں تک کہ آزادی کے نام پر اہل مغرب کے دلائل نہایت کمزور اور مسترد شدہ ہیں حتی کہ ان کے مذہبی رہنما[فرانسس پوپ]نے بھی رواں سال جنوری میں جب فرانسیسی رسالے چارلی ہیبڈو نے توہین آمیز خاکے شائع کئے تو اس کے جواب میں پوپ نے تبصرہ کرتے ہوئے نے کہا: جو میری والدہ کو گالی دیتا ہے اس کو میں تھپڑ رسید کروں گا ،بلاشبہ یہ تبصرہ انسانی فطرت کی عکاسی کرتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ مغربی دنیا نے ایسی پالیسی وضع کی ہے کہ دنیا کے دو ارب مسلمانوں کی سب سے مقدس شخصیت کی شان میں گستاخی کو آزادی اظہار رائے قرار دیا جارہا ہے، جبکہ دوسری جانب یہودی ہولوکاسٹ کے خلاف ایک لفظ کہنا بھی جرم اور شجر ممنوعہ کے مترادف ہے،مبصرین کے مطابق مغربی دنیا کی یہ دوغلی پالیسی اسلامی دنیا اور مغرب کے درمیان نظریاتی جنگ اور فاصلے پیدا کرنے کا باعث ہے، مغرب دنیا نے اس جنگ کے لئے کچھ ترجیحات مقرر کی ہیں جن میں اولین ترجیح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس شان میں گستاخی کا مسلسل ارتکاب کرنا ہے، آزادی اظہار رائے کی آڑ میں نبی پاک ﷺ کی شان میں گستاخی سے اہل مغرب کی اسلام دشمنی آشکار ہوچکی ہے،مغربی دنیا اسلام اور مسلمانوں سے کتنی نفرت کرتی ہے؟اہل مغرب کے اہداف کیا ہیں؟اس سلسلے میں امریکا کے اردو زبان کے کالم نگار میاں عظیم ایم کے مضمون سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

ایک بار پھر توہین آمیز خاکوں کی اشاعت مغربی دنیا کی سازش ہے جس کا مقصد اسلام اور مغرب کے درمیان خلیج پیدا کرکے دنیا کو جنگ کی طرف دھکیلنا ہے ،اس طرح نامناسب عمل کا ارتکاب کرنا مذہب اسلام کے خلاف کھلی دہشت گردی اور انتہا پسندی ہے جس نے مغرب کی جمہوریت پسندی کا پول کھول دیا ہے، ایسا کرنے کا مقصد مسلمانوں میں اشتعال پھیلانا اور ان میں غیرت ایمانی ختم کرنا ہے مگر مغرب کی یہ سازشیں کبھی کامیاب نہیں ہوں گی۔ان خاکوں کی اشاعت نے مختلف مذاہب کو باہم متصادم کردیا ہے اور مغرب کا یہ اسلام دشمن متعصبانہ رویہ دنیا کو تیسری عالمی جنگ میں جھونک سکتا ہے۔اسلام دشمنوں کو یہ بات یاد رکھنا چاہئے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی برداشت نہیں کرسکتا کیونکہ ناموس رسالت، مسلمانوں کے ایمان کا حصہ ہے جس کے لئے وہ اپنی جان نچھاور کرنا اعزاز اور سعادت سمجھتے ہیں۔

امریکہ کے صوبہ ٹکساس میں کارلینڈ ہال میں اسلام مخالف خاتون [پامیلا گیلر]نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے مقابلے کی تقریب منعقد کی گئی تھی جس میں ڈھائی سو لوگ موجود تھے۔

ملعون کارٹونسٹ اور فلسازوں نے آزادی اظہار رائے کے نام پر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں توہین کے تمام حدود کو پار کر دیا،ایک سفید فام

کارٹونسٹ نے اعلان کیا کہ وہ پہلے مسلمان تھا،اس نے سب سے پہلے کارٹون بنایا،پامیلا گیلر نے اظہار رائے کے نام پر جو عمل کیا اس سے اسلام دشمنی کے اثرات واضح ہوتے ہیں،اس نے امریکہ کے مختلف شہروں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ کیا ہے،پامیلا گیلر اسلام مخالف نظریات رکھتی ہیں اور برسرعام قرآن پاک اور اسلام کے خلاف گستاخانہ تقریر کرتی ہے۔

بین الاقوامی تجارتی مرکز کے قریب نئی تعمیر ہونے والی مسجد کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ:مسلمان پانچ وقت نمازوں میں یہودیوں اور عیسائیوں پر لعنت بھیجتے ہیں، اسی سال کے آغاز میں فلوریڈا کے علاقے جاکسون ویل میں ایک مسجد کو نذر آتش کر دیا گیا تھا۔

ٹیکساس کے گارلینڈ علاقے میں اس توہین آمیز تقریب بنانے کا مقصد یہ تھا کہ اس سے کچھ عرصہ قبل فرانسیسی میگزین چارلی ہبڈو نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کی تھی،جس پر مسلمانوں نے شدید ردعمل ظاہر کیا تھا اور اس میگزین کے دفتر پر حملہ ہوا جس میں خاکے بنانے والوں کو ہلاک کیا گیا تھا،ایک ہفتہ بعد چارلی ہیبڈو رسالے نے پھر توہین آمیز خاکے شائع کیے جس کے ردعمل میں مسلمانوں نے ٹکساس کے اس ہال میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور احترام میں ایک پروگرام بنایا،پامیلا گیلر نے نیویارک سے ٹکساس جا کر اسی ہال میں معلون فلمسازوں کو جمع کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی جسارت کی۔

پامیلا گیلر کی جانب سے منعقد کی گئی تقریب پر علاقے کے دو مسلمانوں نے حملے کی کوشش کی ،پولیس کے مطابق انہوں نے گاڑی سے اتر کر سیکورٹی گارڈز پر فائرنگ کی لیکن پولیس کی جوابی فائرنگ سے دونوں مسلمان موقع پر شہید ہو گئے۔

پامیلا گیلر کی اسلام مخالف سرگرمیوں کے کئی ثبوت موجود ہیں، وہ اور ان کی پارٹی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرتیں پھیلانے میں سرگرم عمل ہیں اور اس کے علاوہ نیویارک میں مسلمانوں کی توہین کرنے کے لیے ایک نئی تحریک چلائی گئی جس کے لیے پبلک ٹرانسپورٹ یعنی بسوں پر اسلام مخالف پوسٹر لگائے گئے ہیں جن پر لکھا گیا ہے اسلام چھوڑ دو اس تحریک کو اسٹاپ اسلامائزیشن آف امریکہ کا نام دیا گیا۔

اس تحریک کی سربراہ پامیلا گیلر نے نیویارک میں درجنوں بسوں پر ایسے اشتہار آویزاں کر دیئے گئے ہیں جس پر اسلام کے خلاف نہایت نازیبا الفاظ درج ہیں اور ان مسلمانوں کو مدد فراہم کرنے کی باتیں کی گئیں ہیں جو دائرہ اسلام سے خارج ہونا چاہتے ہیں اور انہیں اپنی مقامی کیونٹی سے کسی قسم کا خطرہ ہے۔تاہم امریکی مسلمانوں میں اس بس کے خلاف شدید ردعمل پایا جاتا ہے اور اسے مسلمانوں اور اسلام کے خلاف سازش قرار دیا جارہا ہے جبکہ عیسائی انتہا پسند پامیلا گیلر کا کہنا ہے کہ انہوں نے یہ مہم اس لیے شروع کی ہے تاکہ وہ امریکا میں مذہبی آزادی کو فروغ دے سکے۔

جن دو افراد نے اس تقریب پر حملے کی کوشش کی تھی ان میں سے ایک 34سالہ نادر حمید صوفی نامی جوان تھا جس نے 1998 میں پاکستانی دارالحکومت اسلام آباد کے ایک اسکول میں تعلیم حاصل کی تھی اور پھر امریکہ کی ایک یونیورسٹی میں بھی زیر تعلیم رہا،اب تک یہ معلوم نہ ہوسکا کہ نادر حمید کی پیدائش امریکہ میں ہوئی تھی یا کہیں اور؟نادر حمید کے ایک دوست نے کہا کہ وہ امریکہ میں پیدا ہوئے جبکہ اس کا دوسرا ساتھی 30سالہ ایلٹن سمپن[ابراہیم]تھا جو سیکنڈری اسکول کے وقت مسلمان ہوا تھا اور صومالیہ جانے کی وجہ سے امریکی انٹیلی جنس ایجنسی کی زیر نگرانی تھا۔

اب اس حملے کے بعد ایک بار پھر امریکہ میں مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کیا جارہا ہے کیونکہ امریکہ میں آزادی ہے لیکن عملی طور پر حقائق کچھ اور ہیں،اس خاتون کی طرح بہت سارے عیسائی شدت پسندوں کو مسلمانوں کی موجودگی ناقابل برداشت ہیں،وہ امریکہ میں زندگی بسر کرنے والے مسلمانوں کی بڑی تعداد برداشت نہیں کرسکتے، اس لئے وہ ضرور کوشش کررہے ہیں کہ مسلمانوں کے خلاف نفرتیں پیدا کریں،اور مسیحیوں کے ساتھ تصادم کی فضا ہموار کریں،تاہم امریکہ میں مقیم بڑی تعداد میں لوگوں نے اس عمل کو اچھا نہیں کہا،جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں توہین آمیز خاکے شائع ہوئے تو گیارہ سو امریکی عوام کی اکثریت نے تبصرہ کرتے ہوئے اس اس کارروائی کو مسترد کردیا،ان میں صرف دو مسلمان تھے باقی سب لوگ غیر مسلم تھے۔مثال کے طور پر ایک شخص مارک باکس نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ "کسی مذہب کے پیغمبر کی شان میں گستاخی صرف نفرت کو جنم لے سکتی ہے،ایک اور شخص مارٹن نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ:امریکی پرچم کی توہین کی جائے تو اس کی مذمت کیوں کی جاتی ہے؟ کیونکہ یہ بھی آزادی اظہار رائے ہے۔ایک اور امریکی شہری سان فرانسسکو نے اس طرح تبصرہ کیا کہ:امریکہ کے قانون میں آزادی اظہار رائے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دوسروں کے خلاف نفرتیں پیدا کی جائیں، مقصد یہ ہے کہ امریکی شہریوں کی کی اکثریت نے اس گستاخانہ عمل کے ارتکاب کرنے والوں کی مذمت کی ہے اور اس عمل کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔

شمال "عزمی" لہروں کی لپیٹ میں

حبیب مجاہد

رواں سال ۱۴۳۶ھ رجب کی پانچویں تاریخ کو امارت اسلامی کے رہبری شوریٰ کے حکم سے عزم کے نام سے پورے ملک میں آپریشن کا آغاز کیا گیا۔ رہبری شوریٰ کے اعلامیے میں اس آپریشن کی وجہ تسمیہ اور اس کے آغاز کی تاریخ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ اس آپریشن کو اس وجہ سے عزم کا نام دیا گیا ہے کیونکہ عزم مصمم ارادے کو کہا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ان پیغمبروں کو جو دشمن کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بنے رہے اور استقامت کا مظاہرہ کیا انہیں اولعزم پیغمبر کہا ہے۔[فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ۔ تو تم صبر کرو جیسا ہمت والے رسولوں نے صبر کیا۔]۔ ہمیں امید ہے کہ اس آپریشن کے نتیجے میں کفر اور فسق کے خلاف مسلمانوں کا جہادی عزم مزید مضبوط ہوگا۔ عزم آپریشن کے آغاز کا دن ۵ رجب اس لئے مقرر کیا گیا کہ یہ دن ہجرت کی پندرھویں سال یرموک کے معرکے میں مسلمانوں کی تاریخی فتح اور کفری لشکر کی شکست اور ہزیمت کا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس سال کا آپریشن بھی کفری لشکر اور ان کے ہمنواؤں کیلئے شکست اور تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہو۔

عزم آپریشن کے آغاز سے ہی ملک کے طول عرض میں مجاہدین کی طرف سے غیر ملکی جارحیت پسندوں اور ان کے کاسہ لیسوں کے مراکز پر حملوں کا آغاز ہوا۔ آپریشن کے پہلے روز مجاہدین کی طرف سے دشمن پر تین سو پچاس کے قریب حملے کئے گئے جن میں دشمن کو بھاری نقصانات اٹھانا پڑے۔ پہلے دن کے بعد دوسرے دنوں میں بھی دشمن پر حملوں کا سلسلہ جاری رہا۔ روزگان کے ظالم آئی جی پولیس اور قندھار کے آئی جی پولیس کے ترجمان جیسے اعلیٰ افسران مجاہدین کے ٹارگٹڈ حملوں کا شکار ہوئے اور بگرام جیسے دشمن کے اہم مرکز کو مارٹر گولوں سے نہایت کامیابی سے نشانہ بنایا گیا۔

عزم آپریشن چونکہ پورے ملک میں شدت کے ساتھ جاری تھا لیکن آغاز میں اس کی زیادہ شدت ملک کے شمالی علاقوں میں دیکھنے کو ملی۔ عزم آپریشن کے پہلے ہفتے ملک کے شمالی صوبوں فاریاب، بغلان، کندز اور بدخشان میں مجاہدین نے خاطر خواہ اور قابل ذکر کامیابیاں حاصل کی ہیں اور وسیع علاقوں پر مجاہدین قابض اور دشمن کا صفایا کر دیا گیا ہے۔

کندز کے فاتحانہ جہادی کارروائیاں رجب کی چھٹی تاریخ کو شروع ہوئے۔ مجاہدین نے اس دن کندز سے ملحقہ گورتپی کا وسیع علاقہ مکمل طور پر فتح کر لیا اور دشمن کے 21 چیک پوسٹس مسمار، بھاری مقدار میں اسلحہ غنیمت کرنے کے ساتھ قومی ملیشیا کے 55 اہلکاروں کو بھی گرفتار کر لیا اور مجاہدین شہر سے صرف دو کلو میٹر کے فاصلے پر لڑتے رہے۔ اس واقعے کے دوسرے روز اسی صوبے کا ایک اور ضلع امام صاحب کے مرکز کے سوا سارا علاقہ مجاہدین کے کنٹرول میں آگیا اور کئی چیک پوسٹ یہاں بھی فتح ہوئے۔ اس کے بعد بھی مجاہدین نے کندز میں ایک ہفتے تک کندز کے مختلف علاقوں میں بہت کامیابیاں حاصل کیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

عزم آپریشن کے پہلے ہفتے میں صوبہ کندز میں ٹوٹل 232 سیکورٹی اہلکار ہلاک اور 146 زخمی ہوئے 58، اہلکار گرفتار کر لئے گئے۔ 20 ٹینک اور 13 پولیس گاڑیاں تباہ ہوئیں۔ 45 چوکیوں سے دشمن کو بھاگنے پر مجبور کیا۔ 41 گاؤں سے مکمل طور پر دشمن کو پسپائی اختیار کرنے پر مجبور کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ 12 ٹینک، 11 رینجر گاڑیاں، 11 موٹر سائیکل اور سینکڑوں کی تعداد میں چھوٹے اور بڑے ہتھیار بھی مجاہدین نے غنیمت کے طور پر حاصل کر لئے۔

اسی طرح کندز کے اس بڑے معرکے میں 9 مجاہدین نے بھی جام شہادت نوش کیا اور 10 مجاہدین زخمی ہوئے۔

کندز کی شاندار اور کامیاب کاروائیوں سے چند دن قبل ملک کے شمال مشرق میں صوبہ بدخشان کے ضلع جرم میں مجاہدین کی فتوحات تھیں جس پر کئی دنوں تک عالمی اور ملکی میڈیا شور مچاتا رہا جس کی وجہ سے دشمن مزید گھبراہٹ کا شکار ہوا۔

10 اپریل 2015 کو امارت اسلامی کے 250 مجاہدین نے صبح 4 بجے ضلع جَرم کے علاقے خستک میں دشمن کے شاہین نامی بیس اور اس سے ملحقہ چوکیوں پر حملہ کیا 7 گھنٹے کی طویل جھڑپ کے نتیجے میں مذکورہ بیس اور اس سے ملحقہ 21 چوکیاں مکمل طور پر مجاہدین نے فتح کرلیں اور دشمن کے اہلکار دم دبا کر بھاگ نکلے۔

اس آپریشن کے نتیجے میں دشمن کے 98 اہلکار ہلاک اور 70 سے زیادہ زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے 30 کلومیٹر تک کا علاقہ دشمن کے چنگل سے آزاد کروالیا۔ اس جھڑپ میں دشمن کی تین بکتر بند گاڑیاں 2 پولیس وین اور 30 کنٹینر مکمل طور آگ کے شعلوں کی نذر ہوئے۔ اس کے ساتھ مجاہدین نے 6 بکتر بند گاڑیاں، 6 پولیس رینجر گاڑیاں، ایک بی ایم۔ ۲، 2 عدد ڈی ایم۔ ا مارٹر گولے، 3 عدد امریکی ساختہ سنائپرز، 3 ہیوی مشین گن اور 100 سے زیادہ چھوٹے اور مختلف النوع اسلحہ بھی غنیمت کے طور پر حاصل کرلیا۔

اس جھڑپ میں امارت اسلامی کے 6 مجاہدین شہید جبکہ 7 مجاہدین زخمی ہوئے۔

صوبہ بدخشان کے ضلع جَرم میں مجاہدین کی حالیہ کامیابی اس صوبے کی سطح پر وقت کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ جس سے نہ صرف دشمن کو جانی اور مالی نقصانات اٹھانے پڑے بلکہ دشمن کے حوصلے بھی اس حملے کے بعد پست ہوگئے ہیں اور وہ میدان میں آنے کی ہمت نہیں کرسکتے۔

اس حملے سے دشمن کی صفوں میں اتنی کھلبلی مچی کہ نام نہاد صدر سے لے کر ارکان پارلیمنٹ [اولسی جرگے کے ارکان] اور میڈیا پر بیٹھے زر خرید غلاموں تک کے اوسان خطا ہوگئے۔ تب انہوں نے میڈیا کے ذریعے جھوٹا پروپیگنڈہ اور بدخشاں میں امارت اسلامی کے مجاہدین کی کامیابیوں سے عوام کو لاعلم رکھنے کیلئے ان کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی ناکام کوشش کی۔

بدخشان اور کندز کی شاندار فتوحات کی طرح شمالی افغانستان کے دو اور صوبوں بغلان اور فاریاب میں بھی جہادی کارروائیاں عروج پر ہیں۔ صوبہ فاریاب کے ضلع چھلگزی میں گذشتہ کئی دنوں سے شدید جھڑپیں جاری ہیں۔ اس ضلع میں مجاہدین نے عوامی آبادی پر مشتمل وسیع علاقہ قومی ملیشیا کے وحشی اہلکاروں کے چنگل سے آزاد کروالیا ہے۔

اسی طرح رواں سال 29 اپریل کو مجاہدین نے صوبہ بغلان کے مرکزی علاقے میں دشمن کا ایک بڑا بیس فتح کرلیا۔ اس بیس میں دشمن کے 34 اہلکار ہلاک اور 29 زخمی ہوئے۔

اس جھڑپ میں دشمن کے 5 ٹینک تباہ اور بڑی مقدار میں اسلحہ اور گولہ بارود مجاہدین کو بطور غنیمت ملا ہے۔ بغلان کی حالیہ کامیاب کارروائی کے بعد مجاہدین اب اس صوبے کے مرکزی علاقہ زمان خیل کو فتح کرنے کے درپے ہیں اور ان شاء اللہ بہت جلد شمالی علاقوں سے کابل کو ملانے والی عام شاہراہ پر مجاہدین اپنا کنٹرول حاصل کریں گے۔

مندرجہ بالا تفصیلات عزم آپریشن کے پہلے ہفتے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ عزم آپریشن مستقبل میں بھی اس قسم کی فتوحات کی نوید سناتا رہے گا اور ان شاء اللہ یہ سال ملک سے کفر اور نفاق کے خاتمے کا سال ثابت ہوگا۔

بقیہ از: قطر کانفرنس کس کے مفاد میں؟

ہمارے ارادے اور فیصلے ہمارے اپنے ہیں۔ ہم اسلامی اصولوں کے مطابق قومی مفاد میں جو قدم جس وقت اٹھانا چاہیں اٹھاسکتے ہیں۔

5۔ دوسرا اہم اور قابل ذکر نکتہ یہ ہے کہ امریکا اور اس کے اتحادی جارحیت پسند ممالک تو آج تک طالبان کے سامنے اتنے قائل نظر نہیں آئے کہ وہ طالبان کی جنگی کامیابی کے ساتھ ان کو سیاسی میدان میں چیلنج کرسکیں۔ لیکن طالبان نے اس قسم کے کانفرنسز میں شرکت کے ذریعے بین الاقوامی سطح پر اپنی سیاسی موجودگی اور مخالف سمت کو چیلنج کرنے کی اہلیت حاصل کرلی۔

یہ اور اس جیسے کئی اور دلائل کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ پگواش کانفرنس میں طالبان کے موقف کو پذیرائی جبکہ کابل ادارے کا موقف نہایت ہی کمزور ٹھہرا۔ دوسری جانب پگواش کانفرنس سے کابل حکومت کے حوصلے مزید پست ہوگئے ہیں۔ اس لئے کانفرنس سے قبل وہ اس بات پر زور دے رہے تھے کہ کانفرنس میں کوئی سرکاری نمائندہ شریک ہوجائے لیکن ان کی یہ آرزو پوری نہیں ہوسکی۔ جس کے بعد کانفرنس کے اختتام پر حکومت کی جانب سے منفی پروپیگنڈے کا آغاز کردیا گیا۔ مثال کے طور پر اشرف غنی کے مشیر حنیف اتمر نے پارلیمنٹ میں کہا کہ: قطر پگواش کانفرنس کوئی سرکاری کانفرنس تھی نہ ہی اس میں ہمارا کوئی سرکاری نمائندہ شریک ہوا، وہاں جن لوگوں نے شرکت کی اور اپنا موقف بیان کیا وہ ان کا ذاتی موقف تھا حکومت کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اسی قسم کے خیالات کا اظہار مشترکہ حکومت کے دوسرے حکمران ڈاکٹر عبداللہ نے بھی کندھار میں نئے گورنر کی حلف برداری کی تقریب میں کیا۔ اسی طرح اشرف غنی کے ترجمان نے بھی کہا کہ ان کا کوئی نمائندہ اس کانفرنس میں شریک نہیں ہوا اور نہ وہ اس کانفرنس سے کسی نتیجے کی توقع رکھتے ہیں۔

میرے خیال میں مذکورہ کانفرنس کے بعد طالبان کے بارے میں لوگوں کی سوچ میں نمایاں تبدیلی آئی ہوگی اور اس کے بعد حقائق کی روشنی میں اقدام اٹھائیں گے نہ کہ دوسروں کے پروپیگنڈوں اور افواہوں کی بنیاد پر۔

گیمبیا: اور اس کا جرات مندانہ فیصلہ

حسن زدی

اسلامی دنیا سے غم انگیز خبروں اور واقعات کے درمیان سے ایک خوشی کی خبر یہ ہے کہ گیمبیا میں انگریزی جارحیت کی آخری نشانی بھی ختم کردی گئی اور انگریزی کی بجائے عربی کو دفتری زبان کا درجہ دے دیا گیا۔

گیمبیا مغربی افریقہ کا نسبتاً چھوٹا مگر ایک نمایاں ملک ہے۔ اس کا رقبہ 10689 کلو میٹر ہے۔ انسانی آبادی تقریباً 19 لاکھ ہے۔ اس کے گرد تین اطراف میں سینی گال جبکہ مغرب میں بحراوقیاس واقع ہے۔ پورا ملک ایک لمبی پٹی ہے جس کی سب سے زیادہ چوڑائی محض 48 کلو میٹر ہے۔ بنجل شہر یہاں کا دارالحکومت ہے۔ ملک کا سب سے بڑا شہر سریگنڈا ہے۔ یہ شہر اس کا سیاسی، اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی امور کا مرکز ہے۔ یہاں کی زمین زرخیز ہے جو دریائے گیمبیا سے سیراب ہوتی ہے۔ دریا گیمبیا افریقہ کے مشہور دریاؤں میں سے ہے جو گنی کے پہاڑوں سے نکلتا ہے اور سینی گال کو سیراب کرتا ہوا گیمبیا پہنچتا ہے اور تقریباً 1100 کلو میٹر کا فاصلہ طے کرکے بحراوقیانوس میں جا گرتا ہے۔ گیمبیا کو زیادہ شہرت اسی دریا سے ملی ہے۔ بحراوقیانوس کے ساتھ افریقا اسی دریا کے ذریعے ملا ہوا ہے۔ سال کے کم مہینوں میں یہاں بارش ہوتی ہے جس کی سالانہ مقدار محض 1300 ملی میٹر تک پہنچتی ہے۔ اس ملک کے جنگلات میں جنگلی حیوانات کے بہت سے اقسام پائے جاتے ہیں۔

گیمبیا کے 90 فیصد افراد خالص مسلمان ہیں جن کی اکثریت فروعیات میں حضرت امام مالک رحمہ اللہ کی پیروکار ہیں۔ باطن کی اصلاح اور تصوف عام ہے۔ ملک میں 8 فیصد کیتھولک عیسائی ہیں اور تقریباً 2 فیصد دیگر غیر مسلم ہیں۔

ہندوستان پر انگریزوں کے قبضے کے وقت غلام احمد قادیانی کے نام سے ایک کذاب نے انگریزوں کے ورغلانے پر نبوت کا دعویٰ کیا، ہندوستان اور آس پاس میں اس کے پیروکار بھی پیدا ہوگئے جنہیں قادیانی کہا جاتا ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے انکار اور ایک کذاب کو پیغمبر ماننے کی وجہ سے علماء امت کے متفقہ فیصلے کے مطابق غیر مسلم ہیں۔ مگر قادیانی لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے خود کو مسلمان کہتے ہیں، مغربی دنیا بھی مسلم ممالک پر دباؤ ڈالتی ہے کہ قادیانیوں کو باقاعدہ طور پر مسلمان تسلیم کرلیں۔ گیمبیا میں بھی قلیل تعداد میں یہ قادیانی موجود ہیں۔ جن کے متعلق گیمبیا کے صدر جناب یحییٰ جامع نے انتہائی جرات مندانہ فیصلہ کیا اور دو ہفتے قبل سرکاری طور پر ان کے غیر مسلم ہونے کا اعلان کردیا۔ اس اہم اور بڑے فیصلے کے بعد حال ہی میں پوری دنیا کے مسلمانوں کے لیے ایک اور خوشکن فیصلہ کیا کہ انگریزی کی بجائے عربی کو دفتری زبان قرار دے دیا۔

کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے مراکش کے عرب تاجروں نے دسویں صدی عیسویں میں گیمبیا کا تذکرہ کیا تھا جبکہ باقاعدہ منظم طریقے سے یہاں اسلامی دعوت کا کام موریطانیہ اور سینی گال کے مسلمان مبلغین نے گیارہویں صدی عیسوی میں شروع کیا۔ بہت کم عرصے میں بہت تیزی سے یہاں اسلام پھیلا اور سترہویں صدی عیسوی میں جب مسلم حکام کی قیادت میں دریا سینی گال کے اطراف میں تکرور کے نام سے سلطنت قائم ہوئی تو اسلام نے یہاں بہت ترقی کی۔

گیمبیا اس کے بعد غانا اور مالی کے سلطنت کا حصہ بنا۔ مگر 15 ویں صدی میں جب پرتگالی تاجروں نے اس خطے کا رخ کیا تو پرتگال پر مسلط انٹونو کی نظریں گیمبیا پر لگ گئیں اور 1588ء میں اس نے اپنی طرف سے دریا گیمبیا کے تاجرانہ حقوق انگریزوں کو فروخت کردیے۔ اس کے بعد یہاں انگریزوں کو قدم جمانے کا موقع ہاتھ آگیا۔ گورلینڈ نامی ایک انگریز نے گیمبیا کے ایک جزیرہ پر قبضہ کیا اور اسے جیمز آئی لینڈ کا نام دیا۔ اور جب 1758 میں فرانس نے سینی گال پر قبضہ کیا تو آکسٹس کی قیادت میں انگریزی فوج گیمبیا پر قابض ہوگئی۔ یہ وہ دور تھا جب فرانسیسی اور انگریز

طاقت کے بل بوتے افریقا سے آزاد انسانوں کو کشتیوں میں لاتے اور غلام کے طور پر امریکا اور دیگر ممالک میں فروخت کرتے۔ برطانیہ نے انسانوں کی اس تجارت کے لیے گیمبیا میں ایک سمندری اڈہ بھی بنایا تھا۔

گیمبیا اور دریا گیمبیا پر برطانیہ اور فرانس کے درمیان تلخیاں اور ناگواریاں بھی پیدا ہوتیں۔ ہر ایک کی کوشش ہوتی کہ اس ملک کے فیصلے اپنے ہاتھوں میں لے۔

یہاں ان کے خلاف مسلمانوں کی جانب سے مزاحمت بھی جاری رہی۔ گیمبیا کے مسلم رہنما ان کے فیصلوں کی مخالفت کرتے مگر بہت جلد غاصب انگریز انہیں شہید کر دیتے۔

انسانی تجارت کا یہ مکروہ دھندہ 4 صدیوں تک جاری رہا۔ ان 4 صدیوں میں صرف امریکا میں 3 ملین تک افریقی فروخت کیے گئے۔ 1807ء میں برطانوی حکومت نے انسانی تجارت پر پابندی عائد کر دی تو افریقا سے لائے ہوئے انسانوں سے بھرے ہوئے برطانوی جہاز بحر اوقیانوس پر کھڑے کر دیے گئے اور اس میں سوار تمام انسانوں کو سمندر کے کنارے واقع میکارٹی جزیرے میں اتار دیا گیا۔ یہاں نو آزاد کردہ غلاموں کی نئی زندگی کا آغاز ہو گیا، یہ لوگ جہاں سے بھی لائے گئے تھے اب یہیں کے شہری سمجھے جانے لگے۔

برطانیہ نے بظاہر تو یہاں انسانی تجارت اور غلامی کا بازار بند کر دیا مگر دوسری عالمی جنگ کے وقت برطانیہ نے گیمبیا کے جوانوں کو جبری طور پر فوج میں داخل کروایا اور جنگ کے سب سے مشکل ترین محاذوں اور خصوصا برما کے جنگلوں میں اپنے مقاصد کے حصول کے لیے گیمبیا سمیت افریقی جوانوں کے خون کا استعمال کیا۔

دوسری عالمی جنگ کی وجہ سے جو بڑی تباہی ہوئی اور دنیا کے مقبوضہ ممالک میں جارحیت پسند ممالک سے آزادی کی تحریکوں کا آغاز ہو گیا تو 1960 میں گیمبیا کی گلی گلی سے بھی آزادی کی آوازیں اٹھنے لگیں۔ طویل جد وجہد کے بعد 18 فروری 1965 کو گیمبیا نے برطانیہ سے آزادی حاصل کر لی اور دریا گیمبیا کے دہانے واقع شہر بنجول اس کا دارالحکومت بن گیا۔ جولائی 1981 میں صدر داود کیرا با جوارا کے خلاف فوجی بغاوت ہوئی تو اس فوجی بغاوت کے خاتمے کے لیے سینی گال سے فوج بلائی گئی۔ سینی گال کی فوج بغاوت کو کچلنے میں کامیاب ہو گئی تو سینی گال اور گیمبیا کے درمیان مشترکہ حکومت "سینی گیمبیا" کے نام سے قائم ہو گئی۔ 1989ء میں گیمبیا حکومت نے اس مشترکہ حکومت سے الگ ہونے کا اعلان کر دیا۔ 1994 میں فوجی بغاوت میں صدر جوارا کی حکومت ختم ہو گئی اور فوجی سربراہ یحیٰ جامع اقتدار پر قابض ہو گئے۔ 2001 کی انتخابات کے بعد یحیٰ جامع ملک کے صدر بن گئے جو تاحال صدر ہیں۔ انہوں نے ہی قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا اعلان کیا ہے اور ملک کی سرکاری زبان انگریزی کی بجائے عربی کو قرار دے کر انگریز استعمار کی آخری نشانی بھی مٹا ڈالی۔

گیمبیا کے اس اقدام کے حوالے سے اب تک مغربی دنیا کی جانب سے کوئی رد عمل سامنے نہیں آیا۔ صرف پریس افریک نامی فرانسیسی اخبار نے اس حوالے سے اندیشہ ظاہر کیا ہے اور لکھا ہے کہ لگتا ہے گیمبیا کے صدر اس ملک کے نظام کو اسلامی نظام میں بدلنا چاہتے ہیں۔

تعصب سے بھرپور اس بات کی تردید کرتے ہوئے گیمبیا کے عربی اور اسلامی علوم کے ادارے کے سیکرٹری محمد صار نے کہا ہے کہ گیمبیا کے عوام عربی سے اچھا تعلق رکھتے ہیں اور اس مسلم معاشرے کا پس منظر بہت روشن ہے۔ اس خطے میں عرصے سے عربی زبان رائج رہی ہے۔ "دولو فامینڈ نگا" بادشاہوں کی دفتری زبان عربی تھی ان کے سکوں پر بھی عربی زبان نقش تھی اب بھی گیمبیا کے جس گاوں میں جائیں گے وہاں عربی بولنے والے ضرور ملیں گے۔ عربی زبان کے یہاں وجود اور بقا کی وجہ یہاں کے دینی مدارس ہیں۔

مدرسۃ الاسلام کے سربراہ محمد جالو نے کہا ہے کہ "گیمبیا کے مسلم عوام کے اسلامی تشخص کی بقا اور اسلامی عقائد اور عربی زبان کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اسی لیے تو انگریز استعمار نے بہت کوششوں کے بعد انگریزی کو اس ملک کی دفتری زبان بنا دیا تھا۔ تاکہ اس خطے کا عربی زبان سے تعلق ٹوٹ جائے مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے اور آج ایک بار پھر اس ملک کی دفتری اور تعلیمی زبان عربی ہو گئی۔

انقلاب کی بنیادی شرط

عبدالرحمن

مودی حکومت ہندوستان کے تمام اسکولز میں ہندو مذہبی کتاب "گیتا" کو لازمی قرار دے رہی ہے۔

میرے ایک دوست کا کہنا ہے کہ "اس سے ہماری اسلامک اسکولز کی پالیسیاں متاثر ہوں گی۔ ہم نے ہندو دیش میں اسلام کی خدمت کے لیے جو طریقہ کار اختیار کیا ہے، مودی کی شرارتیں اس میں رکاوٹ پیدا کر رہی ہیں۔ "گیتا کے حوالے سے کیے جانے والے اس اعلان کے بعد وہ اسکولز، جن کا ہندوازم سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے، وہ پریشان ہیں۔ ان کے کرتا دھرتا کہتے دکھائی دیتے ہیں کہ "میاں مودی! ہم تو مسلمان ہیں۔ ہم تو سکھ ہیں۔ ہم تو عیسائی ہیں۔ ہم تو بدھ مت ہیں۔ ہمارا آپ کی گیتا سے کیا تعلق ہے؟ آپ کس بنیاد پر اپنے مذہبی نظریات اور تعلیمات کو ہم پر ٹھونسنا چاہتے ہیں۔ یقیناً ایسا ردِ عمل اس حکومت کے لیے بے حد افسوس ناک بات ہے، جس نے اپنی پیشانی پر سیکولرازم کی تختی سجا رکھی ہے۔ جو دوسرے مذاہب کے حوالے سے اپنے سیاسی بیانات میں مل جل کر جینے، رواداری اور برداشت کا سبق پڑھاتی ہے۔ لیکن یہ ایک سیاسی بیان کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ یقیناً ان کا پالیسی بیان اس سے سو فیصد مختلف ہوگا۔ اس کی واضح مثال یہی "گیتا" ہے۔

ہندوستان میں اسلامک اسکول چلانے والے میرے دوست کا کہنا ہے کہ ہمیں اس سے کافی پریشانی کا سامنا ہے۔ آخر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم مسلمان دن بھر جاری رہنے والے اپنے تعلیمی سلسلے کا آغاز اپنی مذہبی کتاب 'قرآن مجید' کے علاوہ ان لوگوں کی کتاب سے کریں، جنھوں نے ہم سے ہندوستان بھر میں جینے کا حق چھین رکھنے میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی۔ یقیناً یہ ایک ناممکن سی بات ہے، جس پر ہندوستان کی اقلیتوں کو مجبور کیا جا رہا ہے۔ لیکن مَیں اپنا ایک شان دار ماضی رکھنے والے مسلمان ہونے کے ناطے اس معاملے کو دوسرے نقطہ نظر سے بھی دیکھنے پر مجبور ہوں۔ میرے احساسات یہ کہتے ہیں کہ دراصل مودی سرکار کی جانب سے یہ حرکت خوابیدہ مسلم کو جگانے کی ایک لاشعوری کوشش ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ دلِ مسلم کو زندہ تمنا دینے کی بھی ایک کاوش ہے، جس کی حقیقت ہندو طبقہ سمجھنے سے قاصر ہے، وہ نہیں جانتے کہ ہمارے اس اعلان کا انجام کیا ہوگا؟ اگر مسلمان ہوش میں آجاتے ہیں تو پھر سومنات کے پجاریوں کی خیر کے دن ختم ہونے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔ یہ حتمی ہے کہ ہمارا ہندوؤں سے ایک آخری اور کانٹے دار ٹکراؤ ہونے والا ہے۔ یہی مقابلہ ہندوستان کی تقدیر کو بدل دے گا۔ وہ دن قریب ہیں، جن میں ہندوستان میں صرف ایک قوم آباد ہو گی۔ اب یہ وقت بتائے گا کہ وہ قوم کون سی ہے۔ کیوں کہ ظلم کے دن بہت تھوڑے ہوتے ہیں!

بہ ہر کیف! کسی بھی معاشرے میں نظریاتی طور پر کیے گئے کام کی مضبوطی کے لیے عسکریت کی کسی نہ کسی حد تک ضرورت رہتی ہے۔ اگر چہ چند ایک دانش ور اس سوچ کی مخالفت ضرور کریں گے۔ ہم ان کی اس مخالفت کو "حق بجانب" سمجھتے ہیں، کیوں کہ ان کے تدبر اور تفکر کا مرکزی نقطہ نگاہ بالکل مختلف ہے۔ یعنی کہ وہ اپنے زاویہ نظر کی حد تک ہی درست ہیں۔ لیکن دنیا کی تاریخ ہماری عسکریت پسندانہ سوچ پر کئی مثالیں دے سکتی ہے۔ ہم اپنی طرف سے بات کرنے کے بجائے تاریخ اسلام کے اس سپہ سالار کا قول پیش کرتے ہیں، جن کی دانش مندانہ رحم دلی پر گواہی دیتے وقت اپنوں کے علاوہ دشمنوں کی بھی گردنیں احتراماً جھک جاتی ہیں۔ سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے ایک موقع پر فرمایا تھا: "مَیں اس بات کو نہیں جانتا کہ اسلام تلوار کے ذریعے پھیلا ہے یا اخلاق کے واسطے سے، لیکن مَیں اس بات کو اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ اسلام کی حفاظت تلوار کے بغیر نہیں ہو سکتی!"

سب جانتے ہیں کہ ہند میں بسنے والے مسلمانوں کو بہت مشکلات کا سامنا ہے۔ ایک سنجیدہ اور باوقار قوم کے لیے بندر کو بھگوان بنا کر گائے کی پوجا کرنے والے طبقے کے ماتحت زندگی گزارنا بے حد مشکل کام ہے۔ جب سے بال ٹھاکرے اور مودی جیسے

دہشت گرد کشتی کے ملاح بنے ہیں، تب سے یہ صعوبتیں دو چند ہو گئی ہیں۔ وہاں تکالیف سے لبریز زندگی ہے۔ ظلم کی سیاہ راتیں بھوکے باراتیوں کی طرح پے در پے وارد ہوتی ہیں۔ ہزاروں صفحات پر محیط ستم کی لمبی اَن کہی طویل داستانیں ہیں۔ جبر کے اندوہ ناک افسانے ہیں، جن کے عنوان ہی ایسے خوف ناک ہیں کہ خدا کی تخلیق کردہ اشرف المخلوقات کی رگوں میں دوڑتا لہو سائبیریا کی برف کی طرح جم کر رہ جاتا ہے۔ آگ کی موت۔ پانی میں ڈوبا کر مارنے کی موت۔ بھوک کی موت۔ پیاس کی موت۔ اجتماعی زیادتی کی کثرت سے واقع ہونے والی موت۔ ذبح کی موت۔ چھریاں اور چاقو گھونپ گھونپ کر مارنے کی موت۔ تیزاب کی موت۔ ننگا کر کے رسیوں سے باندھنا اور پھر سڑکوں پر گھسیٹ کر مارنے کی موت۔ زہر کی موت۔ حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر کے مارنے کی موت۔ زندہ زمین میں دفن کر دینے کی موت۔ سروں میں کیل ٹھونک کر مارنے کی موت۔ ذلت اور رسوائی کی موت! یعنی کہ آپ کی ذہن میں موت کا جو بھی رخ آسکتا ہے، ہندوستان اور کشمیر کے مسلمانوں کو اذیت کے اس کٹہرے میں اس کا دن رات سامنا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں ظلم کی ٹھوکر سے پیدا ہونے والی ایسی سرسراتی سسکیاں ہیں، جن کی سرد لہروں سے انسانیت کا کلیجہ ٹھٹھر کر رہ جاتا ہے۔ اس ملک میں انجانے خوف کی بارش ہر لمحہ برستی رہتی ہے۔ ایک رزمین پر بسنے والی انسانیت کئی صدیوں سے دو مذاہب کی تابع داری میں سانس لیتی چلی آرہی ہے، لیکن ایک دوسرے کو کاٹ کھانے کی رسم کے ماسٹر مائنڈ انگریز تھے۔ اب اس رسم کو قومی فرض جان کر ادا کیا جاتا ہے۔

ظاہر ہے جب اقتدار یافتہ ہندو طبقہ یہ رسم پوری کرے گا تو مسلمان بھی اپنی دفاع کے فرض سے کبھی جاہل نہیں رہے۔ اب ہماری باری آنے والی ہے۔ عن قریب یہ بازی ہم جیت جائیں گے۔ بس اک ذرا مضبوط جواز اور بے داغ بہانے کی ضرورت ہے۔ جب کوئی قوم بیدار ہو رہی ہو تو مظلومت کے دنوں میں دشمن کو پہلے وار کرنے کی مہلت دی جانی چاہیے۔ تاکہ مظلوموں کو جواب دینے کے لیے ایسا موقع ہاتھ آجائے، جس پر ظالم سے ظالم اور بے حد غیر جانب دار سمجھا جانے والا ملک بھی حمایت پر مجبور ہو جائے۔ میرے دوست کا کہنا ہے کہ "ہندوستان میں ایک نہیں، ایسے بیسیوں بہانے موجود ہیں، جن پر ایکشن لیا جا سکتا ہے۔ اب مودی کا تعلیم کے میدان میں تنگ کرنا بھی ایک پیچیدہ بہانہ ہے۔ لیکن پھر بھی ردِ عمل نہیں دکھائی دے رہا۔" لیکن یہ ایک معروضی حقیقت ہے کہ ہر زمین کے اپنے حالات کے مطابق پس منظر اور پیش منظر کے گٹھ جوڑ سے جنم لینے والا کوئی منظر نامہ ہوتا ہے۔ اس لیے ردِ عمل میں تاخیر بھی ممکن ہے اور اس کا بالکل علیحدہ شکل میں نمودار ہونا بھی ممکن ہے۔

اس سلسلے میں اکثر انقلابی تحریکوں میں ایک ایسی بنیادی خرابی موجود ہے، جس کی وجہ سے ہزار ہا بہانوں کے باوجود وہ نہیں ہو پا رہا، جس کی مظلومیت کی اس اندھیر نگری میں توقع کی جا رہی ہے۔ وہ یہ کہ قائدین اور کارکنوں کے درمیان ذہنی ہم آہنگی نہیں ہے۔ کارکن کچھ کرنا چاہتے ہیں اور قائدین کچھ اَور سوچ رہے ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے قائد صاحب کارکن کی امیدوں پر پورا نہیں اترتے۔ دوسری طرف المیہ یہ ہے کہ قائدین اپنے خیال میں قوم کے وسیع تر مفاد میں سوچتے ہیں۔ لیکن اپنے کارکن کو کچھ بھی بتانا پسند نہیں کرتے۔ وہ انہیں نہیں بتاتے کہ ہم فی الوقت وہ کیوں نہیں کرنا چاہتے، جو آپ لوگ چاہتے ہیں۔ اس لیے کارکن کے دل میں بزدلی اور بددلی کے خطرناک جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اسی لیے وہ اپنے قائد سے علیحدگی اختیار کر کے خود ہی کچھ کرنا چاہتا ہے۔ لیکن ظاہر کہ قائد کے بغیر کچھ کرنا ذرا مشکل کام ہے۔ مشکل اس لیے کہ کارکنان کو حالات کی اندرونی تہوں کا علم نہیں ہوتا کہ اگر انقلاب برپا ہو جائے تو اسے سنبھالا کس طرح دیا جائے گا۔ بس اسی وجہ سے وہ بھی کچھ نہیں کر پاتے۔ اور اگر کچھ کرنا بھی چاہیں تو قائدین اپنی نامعلوم مصلحتوں کی وجہ سے ساتھ نہیں نبھاتے۔ اور یوں وہ ہو جاتا ہے، جو نہیں ہونا چاہیے۔

اگر اب بھی قائد اور کارکن کے درمیان باہمی اتحاد اور فکری ہم آہنگی کی کونپل پنپ نہ سکی یا نوجوانوں نے اپنے لیے نئے، ایمان دار اور مخلص قائدین تلاش نہ کیے یا خود ہی قائد بن کر قیادت کی بھاگ دوڑ نہ سنبھالی اور ہمیشہ اسی طرح ہی ہوتا رہا تو پھر قائدین دھڑلے دار بیانات داغتے رہیں گے۔ کارکن جذبات کی مخلوق بن کر کٹتے رہیں گے۔ اور ان دونوں کی مظلوم قوم ستم کے بوٹوں تلے روندی جاتی رہے گی۔ ستم کی کاشت جاری رہے گی۔ افلاس آوارہ پھرتا رہے گا۔ آبادیاں ویران ہوتی رہیں گی۔ پھر ایک دن آئے گا کہ گیتا کی کیا بات ہے، دوسرے مذہب والوں کو بھی "گھر واپس بلا کر" اپنی کتابیں بھی لاگو کی جاتی رہیں گی۔ اور وہ دن بھی آسکتا ہے کہ لوگ روٹی کے بجائے جبر کے دو پاٹوں میں پسنے والی انسانی ہڈیوں کا چورا کھائیں گے اور پانی کی جگہ کتوں کا دودھ پئیں گے۔ شام میں ایسا ہو چکا ہے۔

حکومت کے متضاد دعوے

خالد رعد

امریکہ نے افغانستان پریلغار کی، میڈیا اور کرزئی حکومت کو اپنے حق میں خوب استعمال کیا، میڈیا، سرکاری ترجمان، گورنروں اور دیگر اعلیٰ حکام نے امریکہ کا بھرپور ساتھ دیا اور سب جانتے ہیں کہ امریکہ نے اس یلغار کے بعد میڈیا کی پیداوار پر زور دیا اور کرزئی حکومت کے شروع ہونے سے موجودہ حکومت تک میڈیا کی تعداد میں اضافہ ہورہا ہے لیکن اس کے باوجود ہمارے دیہاتوں کے لوگ سمجھتے ہیں کہ میڈیا امریکہ کا زر خرید غلام اور بے اختیار ادارہ ہے۔

طالبان کے صرف دو ترجمان، ایک ویب سائٹ، مختلف زبانوں میں 5 میگزین، دو یا تین سٹوڈیو اور ان لائن ریڈیو موجود ہے، طالبان نے اپنے میڈیا سے وہ فائدہ اٹھایا ہے جو دشمن نے درجنوں ریڈیو، ٹی وی چینلز، ان لائن میگزین اور پروپیگنڈے سے نہیں اٹھایا ہے، اگر ماضی کے واقعات کو دیکھا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ وہ آئندہ بھی اسی طرح ناکام رہیں گے اور میڈیا کی موجودہ تعداد کو تین گنا بڑھانے کے باوجود وہ اپنے اہداف حاصل کرنے سے محروم رہیں گے۔

گزشتہ 13 برسوں میں اس کے ثبوت موجود ہیں اور ملک کی موجودہ صورتحال بھی اس بات کی نشاندہی کرتی ہے، یہاں پر صرف قندوز کی حالیہ لڑائی کی مثال پیش کریں گے کہ اس جنگ میں میڈیا کے میدان میں کون ناکام رہا اور کس نے کامیابی حاصل کی۔ ضلع امام صاحب کے بیشتر علاقوں پر طالبان کا کنٹرول تھا لیکن جب طالبان نے ضلعی عمارت پر قبضہ کرنے کے لئے تین اطراف سے فورسز کی چوکیوں پر حملہ کیا اور تمام چوکیوں کو فتح کرکے ضلعی عمارت کے قریب پہنچ گئے اور ضلع امام صاحب کو گھیرے میں لے لیا تو ضلعی گورنر نے خوفزدہ ہوکر ریڈیو کے ذریعے اعلان کیا کہ طالبان جلد ہی ضلع پر قبضہ کرنے والے ہیں، غیر ملکی اور ملکی فورسز مدد کے لئے جلدی پہنچ جائیں، اس دوران صوبائی گورنر نے میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے اعلان کیا کہ ہم نے طالبان کو پیچھے دھکیل دیا، اس کو پتہ نہیں تھا کہ ضلعی گورنر نے اپنی بے بسی کا خود اعتراف کیا ہے، طالبان ضلعی عمارت پر قبضہ کرنے کے لئے آگے بڑھ رہے ہیں اور ضلعی گورنر کی ٹانگیں کانپ رہی ہیں۔

اس لڑائی کے بعد علاقے میں ہنگامی حالت کا اعلان کیا گیا، تازہ دم دستے اور کمانڈر پہنچ گئے اور قابض فوجیوں نے فضائی اور زمینی جنگ میں حصہ لیا لیکن اس کے باوجود طالبان کی پیش قدمی جاری رہی، ضلعی چیف اور گورنر نے فوجی امداد پہنچنے پر کچھ سکھ کا سانس لیا اور خوش ہوگئے اور ایک بار پھر عوام کو میڈیا کے ذریعے مقامی اور غیر ملکی افواج کی آمد سے آگاہ کیا، اس وقت وزارت داخلہ کے ترجمان نے بھی قندوز کی صورتحال پر کچھ بولنے کا موقع غنیمت سمجھا، میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اس لڑائی میں طالبان کو پیچھے دھکیل دیا، افغان فورسز نے غیر ملکیوں سے تعاون مانگنے کے بغیر طالبان کا مقابلہ کیا اس بے چارے کو پتہ نہیں تھا کہ قندوز کے گورنر نے خود غیر ملکی فوجیوں کی آمد کا اعلان کیا تھا اور ان کا شکریہ ادا کیا تھا۔

لیکن طالبان نے عزم آپریشن شروع ہونے سے، عام مجاہد سے لیکر سربراہوں تک سب یک زبان ہیں، نہ اپنے میڈیا میں غلط بیانی سے کام لیا اور نہ ہی عام میڈیا پر ان کے بیانات میں فرق آیا، شروع دن سے یہ اعلان کیا کہ فوج اور پولیس کی چوکیوں پر قبضہ کیا، دشمن کے مشترکہ بیس اسٹیشن پر قبضہ کر لیا اور مشترکہ دشمن کا حملہ ناکام بنادیا اور مختلف علاقوں پر قبضہ کر لیا، اب تمام علاقے طالبان کے زیر کنٹرول ہیں۔

یہ وہ کوشش ہے جو صرف حقیقت ہے اگر طالبان بھی حقیقت پر مبنی خبریں شائع کرنے سے گریز کرتے تو شاید ان کی صفوں میں بھی یہی اختلاف دیکھنے کو ملتا اور لوگ ان کے متضاد دعووں پر ہنستے لیکن سینکڑوں خبریں شائع کرنے کے باوجود ان میں کوئی بھی غلطی نہ آئی اور نہ ہی ان میں تضاد پایا گیا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ طالبان سچی اور حقیقت پر مبنی خبریں شائع کرتے ہیں لیکن مخالف جانب سے میڈیا پر متضاد دعوے شائع کیے جاتے ہیں، کوئی کیا کہتا ہے اور کوئی کیا کہتا ہے، وہ ہمیشہ اس طرح اعلانات کرتے ہیں کہ انہیں نقصان نہیں پہنچا۔

جھوٹ بولنے والی حکومت کے پاس میڈیا کے میدان میں طالبان کا مقابلہ کرنے کے لئے صرف دو ہی طریقے ہیں، یا میڈیا کی تعداد کم کرکے طالبان کے میڈیا کے برابر کرے یا جھوٹ بولنا چھوڑ دے اور اگر یہ بھی کرے تو اس کی کامیابی مشکوک ہوگی اس لئے کہ میڈیا میں پیشہ ور افراد کی کمی کے علاوہ وہ نظریے کی بنیاد پر نہیں بلکہ وہ ڈالر کے حصول کے لئے بڑے پیمانے پر جھوٹ بولتے ہیں اور اگر وہ جھوٹ بولنے سے باز نہیں آئیں گے تو یہ اللہ تعالیٰ، قوم اور تاریخ کے سامنے اسی طرح شرمندہ رہیں گے جس طرح آج ہم انہیں دیکھ رہے ہیں۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ میڈیا، مغرب اور حکومت کے متضاد دعووں کا فائدہ طالبان کو مل رہا ہے۔ پشتو میں ایک کہاوت ہے کہ قسمت ٹھیک ہوگئی تو چراغ پانی سے بھی جلے گا۔

قطر کانفرنس کس کے مفاد میں؟

تحریر: فرہاد۔ ش

بعض لوگ شاید یہ سمجھتے ہوں کہ افغانستان کے ہمسایہ ممالک اور افغانستان میں پھنسی غیر ملکی افواج بالآخر طالبان کو افغان حکومت کے ساتھ مذاکرات کی میز پر لانے میں کامیاب ہوگئے ہیں جیساکہ طالبان اس سے قبل بھی اسی طرح کے آزاد کانفرنسز میں شرکت کر چکے تھے۔ لیکن فرق یہ تھا کہ کابل گورنمنٹ یا مذاکراتی کمیٹی کا کوئی سرکاری یا غیر سرکاری فرد اس میں شریک نہیں تھا۔ پگواش وہ واحد کانفرنس تھی جس میں طالبان کے ترجمان اور کابل گورنمنٹ کے کچھ سرکاری نمائندوں نے ایک ساتھ شرکت کی۔ پگواش کانفرنس چونکہ مذاکرات کے نام پر ہوا ہی نہیں تھا لیکن پھر بھی کچھ عناصر یہ سمجھ بیٹھے کہ پگواش کانفرنس سے امریکا کو یہ کامیابی ملی کہ طالبان کا مذاکرات سے ہمیشہ انکار کے ساتھ ساتھ انہوں نے کابل ادارے کے کچھ افراد بھی طالبان کے سامنے بٹھادیئے ہیں۔ جو ان کے مطابق مذاکرات کی ایک شکل تھی۔ لیکن میرا خیال ہے کہ مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر ان کی یہ باتیں درست نہیں ہیں کیونکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔

پہلی بات یہ کہ مجموعی طور پر طالبان ہمیشہ اس قسم کے کانفرنسز میں سیاسی کامیابی حاصل کر چکے ہیں۔ کیونکہ طالبان نے صلیبی جارحیت پسندوں کے خلاف اپنی ڈیڑھ دہائی سے زیادہ جاری جہادی جدوجہد کا مقصد مثبت طور پر دنیا کے سامنے بیان کیا اور اپنا سیاسی موقف دنیا کے سامنے پیش کیا۔ طالبان نے یہ بات واضح کرلی ہے کہ جس طرح طالبان جنگی میدان میں کامیابیاں سمیٹ رہے ہیں بالکل اسی طرح سیاسی میدان میں بھی وہ آہستہ آہستہ دنیا کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ پگواش کانفرنس سے طالبان کے سیاسی موقف کو مزید تقویت ملی ہے کیونکہ طالبان نے مذکورہ کانفرنس میں اپنا موقف اس طرح بیان کیا جس سے وہ سیاسی لحاظ سے مزید توجہ کا مرکز بنے رہے، جبکہ مخالف سمت کی سیاسی جہت کو شدید دھچکا لگا۔

1۔ طالبان نمائندوں نے کانفرنس سے اظہارِ خیال میں وہ بنیادی نکتے بیان کیے جو زمینی حقائق کے مطابق اور افغان عوام کی بنیادی ضرورتوں کے عین مطابق تھے اور اس کے بغیر افغان جنگ کا مسئلہ کبھی حل نہیں ہو سکتا۔ طالبان نے ان تمام افواہوں کی تردید کی ہے جو کابل ادارہ قومی مفادات کے نام پر ہمیشہ میڈیا کے ذریعے پھیلاتا رہتا ہے۔ یہ تمام کام حکومت ملکی مفاد میں نہیں بلکہ انفرادی مفاد کے حصول کیلئے کر رہی ہے۔ مثلاً: طالبان نے کہا کہ غیر ملکی افواج بغیر کسی شرط کے افغانستان سے نکل جائیں۔ اسٹریٹیجک معاہدہ منسوخ کیا جائے، آئین میں از سر نو تبدیلی کی جائے، بلیک لسٹ ختم کی جائے، صلیبی جارحیت پسند ہمارے داخلی امور میں مداخلت سے باز رہیں، افغانوں کو ایک اسلامی اور سچے عادلانہ نظام کے قیام کا موقع دیا جائے، غیر ذمہ دار مسلح افراد کے لشکر ختم کیے جائیں وغیرہ۔۔۔

طالبان اعلامیے کے کچھ الفاظ اس طرح ہیں:۔۔۔ اگر جارحیت پسند ممالک واقعی چاہتے ہیں کہ افغانستان کے حالات تبدیل ہو جائیں تو سب سے پہلے حقیقت پر مبنی ایک واضح پالیسی بنائی جائے جس میں افغان عوام کا جائز مطالبہ جو ملکی خود مختاری اور اپنی مرضی کا نظام حکومت ہے تسلیم کیا جائے۔ اس لئے کہ امن عدل وانصاف کے ذریعے آسکتا ہے نہ کہ ظلم، جارحیت اور بربریت کے ذریعے ہمارے ملک کی تاریخ اس بات کی عینی شاہد ہے۔

2۔ چونکہ پگواش کانفرنس پر شروع ہی سے طالبان چھائے رہے، غیر ملکی افراد کا اثر ورسوخ بہت کم جبکہ کابل ادارے کی نمائندگی تو بالکل نظر ہی نہیں آئی اس لئے اس کانفرنس کا اختتام طالبان کے مفاد میں ہوا۔ کانفرنس میں کابل حکومت کے جن افراد کو شرکت کی دعوت نہیں دی گئی یا انہیں سرکاری حیثیت کے طور پر مدعو نہیں کیا یہ بھی طالبان کے اثر ورسوخ کا نتیجہ تھا۔ کیونکہ طالبان نے پگواش نمائندوں کے ساتھ اشرف غنی کے سرکاری وفد اور مذاکراتی کمیٹی کے دارالانشاء کے رئیس معصوم ستانکزی کی شرکت کی درخواست مسترد کردی تھی۔

3۔ طالبان نے اپنے موقف کے اظہار سے یہ ثابت کیا کہ افغانستان کے مسئلے کے حل کا بنیادی تعلق غیر ملکی جارحیت پسندوں کے ساتھ ہے نہ کہ کاسہ لیس حکمرانوں اور ان کی فوج کے ساتھ۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ سب سے زیادہ توجہ اس بات پر دی جائے کہ غیر ملکی جارحیت پسند افغانستان سے مکمل طور پر اپنی افواج نکال لیں۔

4۔ طالبان نے اپنا اعلامیہ بیان کرتے ہوئے بار بار ان افواہوں کی تردید کہ طالبان کسی کے دباؤ میں آکر کابل حکومت کے ساتھ بات چیت کیلئے تیار ہو جائیں گے اس طرح دنیا اور خاص طور پر کابل ادارے پر یہ بات ثابت کی کہ ہم کسی کے دباؤ کے نتیجے میں آکر اپنی آزادی پر سمجھوتہ نہیں کرتے۔

بقیہ صفحہ نمبر 28 پر ملاحظہ فرمائیں

فوج اور پولیس کے معذور اہلکار، حکومت اور عوام نے نظر انداز کر دیا،

نیو یارک ٹائمز

ایک اہلکار پریشان تھا، طالبان کی جانب سے نصب کردہ بم کے دھماکے میں اس کا بائیں پاؤں کٹ گیا تھا، وہ مصنوعی ٹانگ رکھنے کی پوزیشن میں نہیں تھا اس لئے اس نے اپنے مسئلے کا ایک حل نکالا، اس کی 11 سالہ بیٹی تھی جس کا نام نوربی بی تھا، اس نے اپنی گیارہ سالہ بیٹی کو 3000 امریکی ڈالر میں بیچ دیا تاکہ وہ اپنے لئے مصنوعی ٹانگ خرید سکے۔ یہ ان ہزاروں فوجیوں اور پولیس اہلکاروں میں سے ایک ہے جنہوں نے ایک طویل عرصہ تک حکومت کے لئے قربانیاں دیں۔ لیکن اس کے بدلے حکومت انہیں ایک ٹانگ بھی مہیا نہ کر سکی۔

اگرچہ قومی فوج اور پولیس کے کچھ معذور حکام کو امداد دینے کا وعدہ پورا کیا جا رہا ہے لیکن وہ خود کو معاشرے سے دور محسوس کرتے ہیں کیونکہ افغان معاشرے میں معذور لوگوں کو ناکارہ چیز کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا جاتا.

ایک ایسی جنگ جس میں ہر سال تیزی آتی ہے، معذور اہلکاروں کی تعداد میں بھی اضافہ ہو رہا ہے، فوج اور پولیس کے اہلکار کئی بار طالبان کے حملوں میں زخمی ہو جاتے ہیں، ان زخمیوں کے مسائل افغان حکومت اور بین الاقوامی فلاحی اداروں کے کنٹرول سے باہر ہوتے جا رہے ہیں.

ایک محتاط اندازے کے مطابق قومی فوج اور پولیس فورس کے زخمی اہلکاروں کی تعداد 300,000 سے تجاوز کر گئی، ان میں 40,000 ایسے اہلکار شامل ہیں جن کے مکمل اعضاء کٹ چکے ہیں، یہ اعداد و شمار حکومت کی اس لسٹ کی بنیاد پر تیار کئے گئے ہیں جنہیں حکومت اب تک تنخواہ دے رہی ہے حالانکہ بہت سارے ایسے معذور اہلکار ہیں جنہیں نہ ان کا حق ملا ہے اور نہ ہی تنخواہ ملی۔

فردین 24 سالہ نوجوان ہے وہ انتظامیہ میں پولیس اہلکار کی حیثیت سے کام کرتا تھا اس نے سال 2013 میں مخالفین کے ایک بم دھماکے میں زخمی ہوا اس کی دائیں اور بائیں دونوں ٹانگیں کٹ گئیں، دائیں ٹانگ زیادہ اور بائیں ٹانگ کم کٹ گئی۔

اس کو دیگر معذور افراد کی طرح تنخواہ نہیں مل رہی اس لئے وہ رات کی تاریکی میں کابل کے علاقے مکرویان میں بے ہنگم ٹریفک کے سامنے گداگروں کے اجتماع میں بیٹھ کر خیرات مانگ رہا ہے، وہ بہت شرمندہ ہے اور ہمیشہ دعا کرتا ہے کہ اس کے پرانے ساتھی کہیں اسے دیکھ کر شرمندہ نہ کریں۔

انہوں نے کہا: بعض اوقات گاڑیوں میں لڑکیاں مجھے دیکھ کر کہتی ہیں کہ اس نوجوان لڑکے کو دیکھو، وہ کیوں خیرات مانگ رہا ہے لیکن انہیں پتہ نہیں کہ میرے دونوں پاؤں کٹ گئے ہیں۔

صوبہ ہلمند میں پولیس ہسپتال کے ڈاکٹر عبدا حامیدی نے کہا ہے کہ معذور اہلکاروں کی تعداد اور ان کے مسائل میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے، انہوں نے صوبہ ہلمند ضلع سنگین میں ایک فوجی اڈے کی مثال دی اور کہا کہ اس اڈے میں 344 فوجیوں میں سے 154 اہلکار حملوں اور جنگ میں معذور ہو چکے ہیں انہوں نے یہ بات گزشتہ سال دسمبر میں کہی اور مزید کہا کہ رواں سال صورتحال انتہائی خراب تھی۔

یہ ہسپتال جو اٹلی کے ایک ادارے کے زیر انتظام کام کر رہا تھا، بیشتر زخمی اسپتال میں ایمرجنسی وارڈ لائے جاتے تھے اور وہ ہمیشہ حکومت سے ناراض ہوتے کہ ان کے ساتھ تعاون نہیں کیا جاتا ہے۔

28 سالہ محمد قاسم پولیس کا سربراہ تھا وہ مرجہ میں جھڑپ کے دوران اپنی دائیں ٹانگ سے محروم ہوا، ان کا کہنا ہے کہ: حکومت صرف برائے نام حکومت ہے۔

محمد قاسم کے دو بھائی بھی انتظامیہ میں ہیں، انہوں نے بھی زخمی ہونے کے بعد حکومت سے کچھ حاصل نہیں کیا، قاسم نے کہا "اگر طالبان میں کوئی طالب لڑائی میں مارا جائے تو طالبان اس کے خاندان کو دو سال تک ہر ماہ کے 15000 افغانی (275) ڈالر آئندہ دو سال کے لئے ہماری حکومت طالبان سے بھی کمزور ہے۔

قانون کے مطابق پولیس اور فوج کے اہلکار لڑائی میں زخمی ہوتے ہیں تو ان کی تنخواہیں ساری عمر ملنی چاہیں، اور اسی طرح ہلاک ہونے والے فوجیوں کے خاندان کو تنخواہیں

دی جانی چاہئیں، لیکن کرپشن، غبن اور اس سے زیادہ بیوروکریسی کے باعث وہ اپنے حقوق سے محروم ہیں۔
مقامی افغان پولیس کے نام سے رضاکارانہ خدمات انجام دینے والے اہلکاروں کی بڑی تعداد جھڑپوں میں ہلاک اور زخمی ہوتی ہے، خاص طور پر ہلمند جیسے گرم علاقوں میں ان کی ہلاکتیں زیادہ ہوتی ہیں لیکن قتل اور زخمی ہونے کے بعد حکومت کی جانب سے ان کے لئے کسی قسم کی سہولیت میسر نہیں۔
اس لئے پکتیکا میں مقامی پولیس کے کمانڈر پر اس وقت تمام راستے بند ہوگئے جب اس کی گاڑی طالبان کی جانب سے سڑک کنارے نصب بم دھماکے میں تباہ ہوگئی اور وہ شدید زخمی ہوگئے، وہ اب معذور ہے اور چند ماہ سے اس کی تنخواہ بھی بند ہوگئی۔
کابل میں ریڈ کراس نے چھ مقامات پر ہسپتال بنائے ہیں، جہاں سے معذور افراد کو مصنوعی اعضاء مل سکتے ہیں اور ان کے استعمال کا طریقہ بھی بتایا جاتا ہے۔ لیکن یہاں تو صاحب خان کے پاس کابل میں قریبی ہسپتال جانے کے لئے بھی رقم نہیں ہے، تاکہ وہ وہاں پر ایک ماہ کے بعد مصنوعی اعضاء اور تربیت حاصل کرسکے۔
صاحب خان نے کہا: یہ میرے لئے بڑی شرمندگی کی بات تھی اور یہ حالت میری معصوم بیٹی نور بی بی کے لئے بھی بہت پریشان کن تھی، اس میں اس کی رضامندی شامل نہیں تھی لیکن ہمارے معاشرے میں بیٹیاں باپ کے کئے ہوئے فیصلے کو رد نہیں کرتیں اگرچہ وہ اس پر راضی نہ ہوں۔ صاحب خان خود بھی اس فیصلہ پر خوش نہیں تھا، بیٹی کو فروخت کرنا ٹانگیں نہ ہونے سے زیادہ بھاری تھا، لیکن مرتا کیا نہ کرتا، مجبوری تھی جس نے اس کے لئے یہ سب آسان کردیا تھا۔ اس نے مصنوعی ٹانگ لگوائی اور اپنے گاؤں پکتیکا چلا گیا جہاں آج کل بے روزگاری کی زندگی گزار رہا ہے۔
البرٹو کایرو ریڈ کراس کی جانب سے ہڈیاں اور مصنوعی اعضاء کے مرکز کا سربراہ ہے، ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے افغانستان میں زخمیوں کے لئے مختلف اقدامات اٹھائے ہیں لیکن سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ معذور افراد کے لئے ایسے معاشرے میں کام کرنا بہت مشکل ہوگا، جہاں معذور چیئرز اور دیگر سہولیات لوگ نہیں جانتے اور جہاں معذور افراد محسوس کرتے ہیں کہ معاشرے میں ان کے لئے کوئی مقام نہیں۔
سابق پولیس اہلکار فردین نے کہا ہے کہ میری اہلیہ مجھے چھوڑ کر میرے دو بچوں کو اپنے ساتھ لے گئی، والد نے مجھے اپنے گھر سے بے دخل کردیا، بہت پریشان ہوں، اس نے روتے ہوئے کہا کہ "میں مشکلات کے جہنم میں رہتا ہوں۔"
محنت، سماجی امور، شہداء اور معذوروں کی وزارت کے ترجمان کا کہنا ہے کہ ان کے پاس کوئی ایسا ریکارڈ نہیں کہ فردین نے اپنی تنخواہ کے حصول کے لئے رابطہ کیا ہو۔ لیکن فردین کہتا ہے کہ میں نے بہت کوشش کی لیکن تنخواہ نہیں ملی۔
یہ ایک عام شکایت ہے اور حالیہ برسوں میں افغانستان کی حکومت کے معاشی مسائل کے باعث تنخواہ تاخیر سے لوگوں کو ملتی ہے اور تنخواہ حاصل کرنے کے لئے معذور افراد اور زخمیوں کی دستاویزات کی تیاری میں تاخیر ہوئی۔
معذور حکام، فوج اور پولیس کے زخمی اہلکاروں کو وقت پر سو فیصد تنخواہ ادا کرنا چاہیے اور وہ ان کو اسکالرشپ کے سلسلے میں بھی رقم اور اس کے علاوہ دیگر مراعات بھی مہیا کرے۔
دوسری جانب افغان فوجیوں کے معذور افراد کے ساتھ پولیس کی نسبت سے کچھ اچھا سلوک کیا جاتا ہے اور تنخواہ کے بارے میں شکایات کچھ کم ہیں اور کابل کے فوجی ہسپتال میں جو علاج کیا جاتا ہے وہ پولیس کے عام اسپتال سے بہتر ہے، وہاں پر ایک بڑا وارڈ نئے زخمیوں کے علاج کے لئے بنایا گیا ہے، لیکن اکثر زخمی کہتے ہیں کہ انہوں نے قوم کی خدمت کے لئے قربانیاں دیں لیکن ان کی قربانیوں کی کوئی قدر نہیں ہے۔
ایک سابق فوجی اہلکار حشمت اللہ بارکزئی جس کی عمر 26 سال ہے، نے کہا "یہاں افغانستان میں ہماری قربانیوں اور کوششوں کو لوگ قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھتے ہیں۔
وہ سپیشل فورس میں ملازم تھا، مخالفین نے ان کے گھر میں اس وقت بم پھینکا جب وہ چھٹی پر گھر آیا تھا جس کے باعث اس کی ایک ٹانگ کٹ گئی اور وہ ہمیشہ کے لئے معذور ہوا۔
حشمت اللہ کی منگنی ہوئی تھی لیکن ابھی تک رشتہ ازدواج سے منسلک نہیں ہوا تھا اس کی اہلیہ نے اس کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کرکے اپنے رشتہ داروں پر دباؤ ڈالا کہ نکاح فسخ کریں، وہ اکیلا رہ گیا۔
پولیس اور فوج کے مسائل جتنے بھی ہیں وہ افغانستان کی سطح پر بہت کم ہیں کیونکہ گزشتہ چار عشروں کی جنگ میں تقریبا 3 ملین افغانی معذور ہوچکے ہیں۔

تحریر: سید سعید

جنگی جرائم [اپریل 2015]

5 اپریل 2015 صوبہ ننگرہار ضلع اچین کے مرکز کے قریب پولیس نے ایک مسافر گاڑی پر فائرنگ کی جس کے نتیجے میں دو عام شہری شہید اور ایک زخمی ہوا۔

7 اپریل کو صوبہ پکتیا ضلع اوگون کے علاقے پیر کوٹے میں پولیس کی فائرنگ سے ایک شخص شہید اور دو زخمی ہوگئے۔

8 اپریل کو صوبہ کنڑ ضلع ناڑی کے علاقے کامتی میں فورسز کے راکٹ حملے میں ایک شہری شہید ہوا۔

12 اپریل کو صوبہ پکتیا ضلع احمد خیل کے علاقے حسن خیل میں فورسز کے راکٹ حملے میں ایک شخص شہید اور 6 زخمی ہوگئے۔

افغان اسلامک خبر رساں ادارے کی رپورٹ کی مطابق 14 اپریل کو صوبہ کاپیسا ضلع تگاب کے مضافات میں فوج اور طالبان کے درمیان لڑائی ہوئی اس دوران حکومتی اہلکاروں نے راکٹ فائر کیا جو ایک گھر پر جا گرا جس کے نتیجے میں 15 عام شہری ہلاک اور زخمی ہوئے ہیں. اس واقعہ میں چار بچوں، دو خواتین اور دو مردوں کو شہید کیا گیا اور سات شہری زخمی ہوگئے۔ سین زی گاؤں میں سمیع اللہ کے گھر پر ایک راکٹ گرا جس میں اس کے خاندان کے تمام افراد جان بحق ہوگئے۔

15 اپریل کو صوبہ لوگر ضلع چرخ کے علاقے گرم آبہ بازار کے قریب پولیس کی فائرنگ سے ایک خاتون شہید اور تین بچے زخمی ہوگئے۔

21 اپریل کو صوبہ زابل ضلع شہر صفا کے مضافات میں فورسز نے آپریشن کے دوران دو افراد کو حراست میں لیا۔

23 اپریل کو صوبہ زابل ضلع دائی چوپان کے مرجان گاؤں میں حکومتی اہلکاروں کی فائرنگ سے پانچ خواتین اور بچے زخمی اور ایک خاتون شہید ہوگئی

24 اپریل کو صوبہ زابل ضلع شاجوی کے علاقے پاتخیل میں حکومتی حامی اہلکاروں نے تین قومی معتبرین [ملا عبداللہ، حاجی عزیز خان اور علی حیدر خان] کو بم دھماکے کے ذریعے شہید کر دیا۔

25 اپریل کو صوبہ زابل ضلع شاجوی کے علاقے شبار جمال خیل میں حکومتی اہلکاروں نے اپنے ایک اہلکار کے قتل کے بعد دس سالہ معصوم بچہ شہید کر دیا، اسی طرح شش گاؤ کے علاقے میں فورسز کے راکٹ حملے میں ایک خاتون اور دو بچے زخمی ہوگئے۔

26 اپریل کو فورسز نے صوبہ زابل کے دارالحکومت قلات کے قریب سپین غنڈی کے گاؤں پر چھاپے کے دوران دو افراد کو حراست میں لیا۔

27 اپریل کو میڈیا نے اطلاع دی ہے کہ: صوبہ غزنی کے اضلاع مقر، گیلان اور ناوہ میں فوج نے خنجر نامی آپریشن کے دوران شہریوں کو بھاری مالی نقصان پہنچایا، اس رپورٹ میں سویلین ابادی کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ: فورسز، پولیس اور حکومتی حامی ملیشیا کے اہلکاروں نے گھروں میں گھس کر خواتین، بچوں اور بوڑھوں کو اپنے گھروں سے زبردستی نکال دیا، ان کے گھروں سے قیمتی سامان بھی چوری کیا گیا اور پھر ان کے گھروں کو مسمار کیا گیا، رپورٹ میں عینی شاہدین نے بتایا ہے کہ ان کارروائیوں میں درجنوں لوگوں کے گھروں کو مسمار کیا گیا ہے، اور طالبان کے ساتھ تعاون کے جرم میں ان کو علاقے سے نکال دیا گیا ہے۔

28 اپریل کو صوبہ ہلمند ضلع گریشک کے نہر سراج علاقے میں فورسز اور طالبان کے درمیان جھڑپ کے بعد حکومتی اہلکاروں نے راکٹ حملے کئے جس کے نتیجے میں چھ افراد شہید ہوگئے۔

29 اپریل کو صوبہ غزنی ضلع شلگر کے خانی گاؤں میں پولیس نے فائرنگ کر کے دو خواتین سمیت چار افراد کو زخمی کر دیا۔

30 اپریل کو صوبہ قندوز ضلع امام صاحب کے علاقے کلتیپہ میں قابض افواج کی بمباری میں چھ افراد زخمی ہوگئے جبکہ مقامی آبادی کو بھی نقصان پہنچا۔

اقتباسات [بی بی سی، آزادی ریڈیو۔ افغان اسلامی خبر رساں ادارہ۔ پژواک، خبریال، لراوبر، نن ټکی ایشیا اور بینوا ویب سائٹس]

مغرب نواز اسلامی دانشوروں کے بارے میں

تحریر: جلالی

ایک زمانہ تھا جب میں جمہوریت پر یقین رکھنے والے اور عام طور پر مغرب سے دشمنی مول نہ لینے والے مفکرین سے متاثر تھا لیکن اب میں قائل ہو چکا ہوں کہ ان افراد میں اسلامی جذبہ نہیں ہے بلکہ ان کا ایک خاص ہدف اور مقصد ہے، ان کا دعوی ہے کہ اسلام اور مغربی اقدار ایک جیسی ہیں، وہ اس پر دلائل دے رہے ہیں۔

سوویت یونین کی مضبوطی کے دوران بعض اسلامی مفکرین یہ دلائل پیش کر رہے تھے کہ اسلام سوشلزم اور کمیونزم سے ہم آہنگ ہے، میرا ایک دوست مارکس سے بہت متاثر تھا، وہ مجھے کہتا تھا اگر علماء سمجھدار ہیں تو اسلام کو سوشلزم کے مقابلے میں پیش کرنے کی کوشش نہ کریں!

میں حال ہی میں یونیورسٹی میں قانون فلسفہ پڑھ رہا تھا اور آہستہ آہستہ مغربی سسٹم کا تعقب شروع کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ جمہوریت، لبرلزم، نیشنلزم، کیپٹل ازم، پوسٹ ماڈرنیزم، پازیٹیوزم، اور پھر یوٹیلیٹیریزم، ان تمام نعروں کے پیچھے معاشرے کی تبدیلی کے نام پر خصوصی مقاصد کارفرما ہیں، جن کے ساتھ ہم نہ موافق ہو سکتے ہیں اور نہ ہمیں ان کی ضرورت ہے۔

ہمارے اسلامی مفکرین یہ کوشش نہ کریں: اسلام اللہ تعالی کا دین ہے، ایک مکمل دین اور ضابطۂ حیات ہے، اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ ہم کل سوویت یونین سے اتفاق کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور آج مغرب کی حاکیت کے لئے اس کو مغربی اقدار سے موافق بنانے کی کوشش کریں اور کل کچھ لوگ اسلام کی ترجیحات چین کی بالادستی کے دوران سوشلزم کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوشش کریں گے اور کہیں گے کہ چین کا حکومتی نظام اسلامی ہے۔

میں نے محمد محقق کا مضمون پڑھا تو پتہ چلا کہ وہ مصری "اعتدال پسند اسلامی مفکرین" سے بھی ایک قدم آگے ہے، کیونکہ وہ محمد ارکون اور بعض دیگر خطرناک افراد سے متاثر ہے، وہ دین سے بہت دور ہیں حتی کہ قرآن پاک سے بھی انکار کرتے ہیں اور اس پر تنقید کرتے ہیں۔

وہ اسلام کی نمائندگی نہیں کرنا چاہتے اور نہ ہی مسلمانوں کے ساتھ ان کی ہمدردی ہے. آج کی دنیا میں اسلامی بنیاد پرستی اور وسیع پیمانے پر لڑائی امریکہ کی پیدا کردہ ہے جسے وہ اسلامی بنیاد پرستی قرار دیتے ہیں، سرد جنگ کے دوران وہ اس کے لئے راہ ہموار کرتے تھے۔ آج داعش کے لئے کس نے راہ ہموار کی؟ اب افغانستان میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ داعش آگے لانے کے لئے مہم شروع کر دی ہے. افغانستان میں جنگ، بد انتظامی اور کرپشن عام کرنے کے ذمہ دار بھی وہی لوگ ہیں، انہوں نے افغانستان اور عراق میں کیمیائی ہتھیاروں کا استعمال کیا. بچوں، عورتوں، ضعیف العمر اور نہتے لوگوں کو جان بوجھ کر ہلاک کر دیا ہے. جیلوں میں قیدیوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک اور غیر اخلاقی کارروائیوں کی رپورٹ خود انہوں نے شائع کی، گوانتانامو غیر قانونی جیل ابھی تک بند نہیں ہوا ہے، جس میں بین الاقوامی قوانین اور انسانی قانون اور اصولوں کو پاوں تلے روند دیا گیا لیکن مفکرین کو اب بھی امریکہ تہذیب اور تمدن کا ماڈل لگتا ہے اور کہتے ہیں کہ امریکا اسلامی دنیا میں جمہوریت کو فروغ دے۔

میں نے جب محمد محقق کا مضمون پڑھا جس میں انہوں نے تمام اسلامی تحریکوں پر تنقید کی ہے. وہ تمام اچھے خیالات کو ایک طرف رکھ کر اسلام کے لئے کی جانی والی خدمات پر آنکھیں بند کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں جہاں کوئی موقع انہیں ہاتھ آتا ہے اسے تنقید کا نشانہ بناتے ہیں! ان کی تمام تر تنقید اسلامی تحریکوں پر ہوتی ہے، اور دہشت گردی اور وحشت کی بنیاد رکھنے والا امریکہ کی طرف دیکھنے کی جرات نہیں کر سکتے۔

ایسے لوگوں کی اسلامی دنیا میں کوئی حیثیت اور مقام نہیں ہے. کچھ عرصے تک رنگین داد فرپنتا منصوبے شروع کریں گے جس سے چند اسلام دشمن عناصر کو خوش کریں گے جب منصوبے ختم ہو جائیں تو پھر ان کا کوئی نام لینے والا بھی نہیں ہو گا۔

ان شاء اللہ تعالی

افغانستان

اپریل 2015 میں

احمد فارسی

نوٹ: اس تحریر میں صرف ان خبروں اور نقصانات کی جانب سے اشارہ کیا گیا ہے جس کا دشمن نے اعتراف کیا ہے۔ اگر آپ اس حوالے سے تحقیقی خبریں اور رپورٹیں دیکھنا چاہیں تو الامارہ اور دیگر ویب سائٹوں کا مطالعہ کریں۔

اپریل 2015 کا مہینہ مجاہدین کے لیے کامیابیوں اور جدتوں سے بھرپور رہا۔ اس مہینے میں مجاہدین نے مختلف حصوں میں وہ اہم علاقے اپنے زیر اقتدار لائے جہاں ان کے وجود کا تصور بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

یہاں مجاہدین کی مسلسل کامیابیوں، ملک کے شمال میں بہت سے اہم اور حساس عسکری مقامات کی فتح، کابل انتظامیہ کی فوج کی ملکی اور بین الاقوامی رسوائیوں کی طرح چند اہم امور کے حوالے سے بات کی جائے گی۔

جارحیت پسند دشمنوں کو پہنچنے والے نقصانات:

باوجود اس کے کہ ہزاروں جارحیت پسند افغانستان سے فرار ہو چکے ہیں، یہاں سالوں سے بنے ہوئے اڈے خالی کر دیے ہیں اور اب صرف چند اہم ٹھکانوں تک محدود ہو گئے ہیں، اس کے باوجود مجاہدین کے حملوں سے محفوظ نہیں ہیں۔ مسلسل بھاری نقصانات سے دوچار ہو رہے ہیں، مگر ہاری ہوئی جنگ کی سٹریٹیجی کو دیکھتے ہوئے یہ لوگ نہیں چاہتے اپنے نقصانات کا اعتراف کریں اور حقیقی اعداد وشمار لوگوں کے سامنے پیش کریں۔

تحقیقی رپورٹیں بتاتی ہیں کہ اپریل کے مہینے کے دوران بھی بہت سے جارح فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے ہیں۔ مگر انہوں نے انتہائی بے شرمی سے حقائق چھپائے ہیں اور صرف ایک اہلکار کی ہلاکت کا اعتراف کیا ہے۔ اس ایک اہلکار کی ہلاکت کے اعتراف کے ساتھ رواں سال میں اعترافی ہلاکتوں کی تعداد 2 اور کل اعترافی ہلاکتیں 3487 ہو گئی ہیں۔ یاد رہے اس جنگ میں ہلاک ہونے والے فوجیوں کی کل تعداد اس سے کئی گنا زیادہ جس کا دشمن نے اعتراف کیا ہے۔

داخلی دشمن کو ہونے والے نقصانات:

ایک جانب مجاہدین کا دن بدن طاقتور ہونا اور دوسری جانب جارحیت پسندوں کا فرار اس کا باعث ہوا کہ اندر کے دشمنوں کی ہلاکت کا گراف اونچا ہو، دشمن کی صف میں کھڑے داخلی دشمن ہلاک ہوں، یہاں ان فوجیوں کی ہلاکتوں کا مکمل احاطہ ناممکن ہے اس لے صرف چند مثالوں کے ذکر پر اکتفا کریں گے۔

یکم اپریل بروز بدھ ضلع لوگر کے مرکز کے مضافاتی علاقے میں مقامی اربکیوں کے مشہور کمانڈر کی لاش ملی۔ اس کے اگلے روز ہلمند ضلع گرشک کا پولیس چیف ایک بم دھماکے میں ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد 6 اپریل بروز پیر پکتیا ضلع احمد خیل میں ایک کمانڈر اپنے تین ساتھیوں سمیت ہلاک ہو گیا۔ اسی روز کابل ضلع قرہ باغ میں پولیس کی گاڑی پر بم دھماکہ ہو گیا جس میں 70 پولیس اہلکار ہلاک ہو گئے۔ اسی طرح کے ایک اور واقعے میں صوبہ بغلان مں دشمن کے تین بڑے کمانڈر بھی ہلاک ہو گئے۔

دشمن کی صفوں میں پہنچنے والے نقصانات کے سلسلے میں 11 اپریل بروز پیر میدان وردگ کا وزیر خزانہ ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد 16 اپریل بروز جمعرات ننگرہار ضلع بٹی کوٹ میں اربکیوں کا عمومی کمانڈر ایک حملے میں ہلاک ہو گیا۔ اس طرح کے ایک واقعے میں 22 اپریل بروز بدھ صوبائی اٹارنی جنرل کا نائب ہلاک ہو گیا۔

26 اپریل بروز بدھ ارزگان کا پولیس چیف ایک مسلح حملے میں ہلاک ہو گیا۔ اسی ہفتے کو قندہار کے پولیس سربراہ کمانڈر رازق کا نائب بھی ہلاک ہو گیا۔ اس کے اگلے روز کابل انتظامیہ کے چار مزید سیکیورٹی اہلکاروں کے ہلاکت کی خبریں شائع ہوئیں۔

خالد بن ولید اور عزم آپریشن:

خالد بن ولید آپریشن جو گزشتہ ایک سال سے جاری تھا، اپنے اس دورانیے میں یہ آپریشن انتہائی کامیابی سے ہم کنار رہا۔ دو دن قبل جب امارت اسلامیہ نے عزم کے نام سے ایک نئے بہار آپریشن کا اعلان کیا تو خالد بن ولید آپریشن اختتام کو پہنچا۔

خالد بن ولید آپریشن اس ماہ میں بھی کامیابی سے ہم کنار رہا جس کی کچھ مثالیں یہاں پیش کی جارہی ہیں۔

اس آپریشن میں 9 اپریل بروز جمعرات کو صوبہ بلخ میں ایک عمارت مجاہدین کے گروپ حملے کا نشانہ بنی، اس حملے میں حکومت کے دیگر اٹھارنی جنرلز اور اہلکاروں سمیت 60 افراد ہلاک ہوگئے۔

یہ کارروائی انتظامیہ کی جانب سے قیدیوں کے ساتھ ہونے والے غیر انسانی سلوک کے انتقام میں کی گئی۔

اس کے اگلے روز مجاہدین نے ایک فدائی حملے میں ننگرہار مرکز میں جارحیت پسندوں کے دو ٹینک تباہ کردیے جس میں سوار جارحیت پسند بھی ہلاک ہوگئے۔

10 اپریل کو کابل میں جارحیت پسندوں کے قافلے پر شدید ہلاکت خیز حملہ ہوا، اس حملے میں ان کے دو ٹینک تباہ اور اس میں سوار فوجی ہلاک ہوگئے۔

اس مہینے میں صوبہ بدخشان کا مرکز بھی شدید حملوں کا نشانہ بنارہا۔ جن میں مجاہدین کو اچھی اور قابل ذکر کامیابیاں ملیں۔ اس کارروائی میں 10 اپریل کو طالبان نے دشمن کی 9 چیک پوسٹیں فتح کرڈالیں جن میں 19 فوجی ہلاک ہوگئے۔

اسی طرح 13 اپریل بروز پیر مجاہدین نے ضلع سنگین پر حملہ کردیا اور 32 چیک پوسٹیں فتح کرنے کے ساتھ ساتھ درجنوں فوجی جن میں 25 بڑے کمانڈر شامل تھے ہلاک کردیے۔

ایک ہفتے کے بعد 19 اپریل بروز اتوار لشکر گاہ کے پہلے سیکیورٹی چیک پوسٹ پر مجاہدین نے حملہ کردیا اور وہاں موجود دشمن کو بھاری جانی ومالی نقصان پہنچایا۔

دو روز بعد امارت اسلامیہ نے عزم کے نام سے نئے آپریشن کا اعلان کردیا، عزم آپریشن کا آغاز 24 اپریل جمعے کے روز ہوگیا۔ پہلا روز بہت سی کامیابیوں سے بھرپور رہا، اس میں درجنوں حملے ہوئے اور ملک کے مختلف حصوں میں دشمن کو بھاری جانی ومالی نقصان پہنچا۔

کابل انتظامیہ کے دونوں سربراہان اب بھی انھیں بیرونی دوروں کے مواقع تلاش کرنے کی کوششوں میں ہیں جہاں عیش وعشرت کے رسیا اپنے سینکڑوں دیگر دوستوں کو بھی لے جاتے ہیں اس کے باوجود میزبان ملک اور عالمی مبصرین سے انھیں کوئی حیا نہیں آتی۔ اسی لیے کینیڈا نے ان کے دورے کی درخواست مسترد کردی کیوں کہ ان کے ساتھ دورے کے عام شرکاء کی تعداد سفیروں اور حکومتی اہلکاروں سے زیادہ تھی۔

ہوسکتا ہے سیاست کی تاریخ میں پہلی بار ایسا ہوا ہو کہ کسی ملک کے صدر کا باقاعدہ دورہ صرف اس لیے مسترد کردیا جائے کیوں کہ حکومت نے اس دورے کے ساتھ ایک اور عالمی ریکارڈ بھی اپنے نام کرلیا ہے۔

ان کارروائیوں میں 25 اپریل کو امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے صوبہ قندوز میں 21 چیک پوسٹیں فتح کیں اور 55 فوجی زندہ گرفتار کرلیے۔

اس واقعے کے دو روز بعد اسی صوبے کے ضلع امام صاحب کے طالبان کے ہاتھوں فتح ہونے کی خبر نشر ہوئی۔ اسی روز ضلعی گورنر نے میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ 500 فوجیوں کے ساتھ ان کا رابطہ ختم ہوگیا ہے۔

27 اپریل بروز پیر لوگوں نے اپنی عینی شہادتوں میں بیان کیا کہ مجاہدین نے قندوز کے 65 فیصد حصے پر قبضہ کرلیا ہے۔

مجاہدین کی انہیں کامیابیوں اور فتوحات نے جارح دشمن کو سخت پریشان کردیا ہے۔ اس لیے 30 اپریل بروز جمعرات اپنے کٹھ پتلیوں کو بروئے کار لاکر علاقے کے بے گناہ عوام پر بمباری کردی۔ جس میں درجنوں گھر گرادیے اور بہت سے لوگ شہید ہوگئے

انہیں جنگوں کے سلسلے میں دشمن کے اعتراف کے مطابق 24 اپریل کو 12 اضلاع میں شدید جنگیں ہوئی ہیں۔ جس میں دشمن کو شدید نقصان پہنچا۔

اس ماہ کے دوران عزم آپریشن کا آخری حملہ 30 اپریل کو قندہار ضلع دامان میں خارجی جارحیت پسندوں پر ہوا۔ جس میں 11 جارح فوجی ہلاک ہوگئے۔ ان حملوں دشمن کو مالی نقصان بھی بہت اٹھانا پڑا۔ مثال کے طور پر بدخشان ضلع جرم میں 26 اپریل کو درجنوں کی تعداد میں وسائل نقل وحمل اور اسلحہ غنیمت میں حاصل کیا گیا۔ دشمن کے 2 ہیلی کاپٹر بھی گر کر تباہ ہوگئے۔

مجاہدین کی قوت کا اعتراف:

خارجی جارحیت پسند اور داخلی دشمن سب گذشتہ سالوں سے مجاہدین کی قوت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں۔ کبھی کبھی بلاارادہ بھی ان سے یہ اعترافات افشاء ہوجاتے ہیں۔ ان اعترافات کے سلسلے میں یکم اپریل بروز بدھ صدارتی محل میں کٹھ پتلیوں نے اعلان کیا کہ میڈیا کے حوالے سے طالبان نے ان کے لیے مسائل کھڑے کردیے ہیں اس کے صرف 7 روز بعد پروان کے گورنر نے اعتراف کیا کہ لوگ اب حقائق جان

چکے ہیں اس لیے طالبان سے مل رہے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ آرمی اور پولیس کی صفوں میں موجود لوگوں کے بچے مجاہدین سے مل گئے ہیں اور ہمارے خلاف لڑتے ہیں

17 اپریل بروز جمعہ بدخشان کے سیکیورٹی چیف نے بھی اعتراف کیا کہ طالبان کی کامیابی کی وجہ انہیں حاصل ہونے والی قبائلی رہنماؤں اور مقامی لوگوں کا تعاون ہے۔

15 اپریل بروز پیر کابل عوامی جرگے یعنی قومی اسمبلی کے سربراہ نے بھی اعتراف کیا کہ شمالی صوبوں کے مراکز مجاہدین کے محاصرے میں ہیں۔ 29 اپریل بروز بدھ ایک رکن اسمبلی نے بتایا کہ قندوز میں مجاہدین کا اثرورسوخ سب کے سامنے ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

عوام پر مظالم اور عوامی نفرت کا اظہار:

افغانستان کے مسلمان اور بے گناہ عوام کو آئے روز کابل انتظامیہ کی جانب سے مختلف مظالم کا سامنا ہے۔ جس کا نتیجہ یہی ہے کہ وہ وحشی خارجیوں اور ان کے داخلی غلاموں سے شدید نفرت کرنے لگے ہیں۔

4 اپریل بروز ہفتہ کاپیسا کے لوگ اسی صوبے کے مرکز میں جمع ہوگئے اور اربکیوں کے خلاف مظاہرہ کیا، مظاہرین نے عام لوگوں کے 2 جنازے اٹھا رکھے تھے اور کابل انتظامیہ کے خلاف شدید نعرے بازی کررہے تھے۔ اس وقعے کے دو روز بعد زابل کے لوگوں نے بھی کٹھ پتلی انتظامیہ کے خلاف نفرت کا اظہار کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ سیکیورٹی اداروں کے اہلکار مجاہدین کی موجودگی کے بہانے ان کے گھروں میں گھس جاتے ہیں جس سے انہیں شدید جانی ومالی نقصان کے لاحق ہو جاتے ہیں۔ 13 اپریل بروز پیر پکتیا ضلع احمد آباد میں فوجی اہلکاروں نے عوام پر گولیاں برسادیں جس میں ایک خاتون سمیت 7 افراد شہید ہوگئے۔ اسی طرح کابل کے لوگوں نے بھی حکومت سے بیزاری اور نفرت کے نعرے لگائے۔ 6 اپریل کو دکانیں بند کیں اور مظاہروں کے لیے سڑکوں پر نکل آئے۔ دوسروں کی طرح وہ حکومت، پولیس، سیکیورٹی اداروں کے اہلکاروں کی بے جا ٹیکس وصولی اور چوری سے تنگ آئے ہوئے تھے۔

11 اپریل بروز پیر کابل سے شائع ہونے والے روزنامہ "سرنوشت" نے لکھا کہ :"کابل قندہار شاہراہ پر قابض اربکی میدان وردگ ضلع سید آباد میں مسافروں کے مال سیکیورٹی کے بہانے لے کر چوری کرتے ہیں۔ ان میں سے جو چیزیں ان کے کام کی نہیں ہوتیں وہ واپس کرتے ہوئے ان سے شیرینی کے نام پر پیسے بٹورتے ہیں۔"

15 اپریل کو ذرائع ابلاغ نے سرپل کے لوگوں کی جانب سے لوگوں پر تشدد کی خبریں نشر کیں۔ اس حوالے سے منعقدہ اجلاس میں لوگوں کے نمائندے نے کہا کہ اربکیوں نے پہلے 13 آدمیوں کو مار مار کر ہلاک کردیا اور اس کے بعد ان کے مال لوٹ لیے۔

اس واقعے کے ایک روز قبل ذرائع ابلاغ پر کاپیسا ضلع تگاب میں اربکیوں کی جانب سے 8 افراد کی شہادت کی خبریں نشر ہوئیں۔ ذرائع نے بتایا کہ ان ہلاک ہونے والوں میں خواتین اور بچے بھی شامل تھے۔ یہ ہلاکتیں اس راکٹ گولے سے ہوئیں جو کابل فوج نے فائر کیا تھا اور جو ایک گھر پر جا گرا تھا۔

23 اپریل بروز جمعرات زابل ضلع شاہ جوئی میں اربکیوں نے تین قبائلی رہنماؤں کو بارودی سرنگ کا نشانہ بنا کر اڑا دیا۔

اس واقعے کے اگلے روز صوبہ پروان کے علاقے بگرامی کے لوگوں نے مسلح گروہوں کی جانب سے عام لوگوں کی زمینوں پر ناجائز قبضے کے خلاف شکایت کی آواز اٹھائی، ان تمام وحشتوں کے باوجود شکست خوردہ دشمن نے کافی زیادہ نقصانات اٹھائے۔ خنجر آپریشن کے نام سے برپا ہونے والے وحشت کے سیلاب نے مقر، ناوہ اور گیلان کے اضلاع میں عام لوگوں کے گھر تباہ کر دیے۔

افغانستان کے اذیت خوردہ عوام باوجود اس کے کہ وحشی کٹھ پتلیوں کے ہاتھوں مختلف اذیتوں میں مبتلا ہیں، ابھی بیرونی جارحیت پسندوں کے مظالم سے محفوظ نہیں ہوئے مختلف بہانوں سے وقتاً فوقتاً مختلف علاقوں میں عوام پر مظالم کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ خواتین اور بچوں سمیت بڑی تعداد میں لقمہ اجل بنادیے جاتے ہیں۔ 24 اپریل بروز جمعہ کو فرانس پریس کی جانب سے شائع ہونے والی رپورٹ کے مطابق 2015 کے آغاز سے اب تک 57 افراد جارحیت پسندوں کی بمباریوں میں شہید ہو چکے ہیں۔ مذکورہ رپورٹ کے مطابق ان واقعات میں درجنوں افراد زخمی ہوئے ہیں۔

عوامی نقصانات کی تفصیلی رپورٹ امارت اسلامیہ کی ویب سائٹ پر دیکھی جاسکتی ہے۔

صفوں کے اندر سے حملے:

مجاہدین کی جانب سے دشمن کی صفوں کے اندر سے حملے حالیہ جہاد کی وہ کامیاب ٹیکنیک ہے جس نے دشمن کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ اور اس کی روک تھام سے سب عاجز آگئے ہیں۔ اپریل کے مہینے میں بھی ایسا ہی ایک واقعہ پیش آیا۔ 8 اپریل کو دشمن کی صفوں میں گھسنے والے مجاہد نے جلال آباد قصر میں بیرونی جارحیت پسندوں پر حملہ کردیا۔ 4 جارحیت پسند ہلاک اور 3 زخمی ہوگئے اور بالآخر مذکورہ مجاہد بھی اس معرکے میں شہید ہوگئے۔

میدان جنگ سے فرار اور مجاہدین سے ملنا:

مجاہدین کے خلاف اپنے آپریشن اور کارروائیاں ناکام دیکھ کر کابل انتظامیہ کی صفوں میں کھڑے فوجی فرار ہونے لگے ہیں۔ اس سلسلے میں 7 اپریل کو ہلمند ضلع نادعلی اور سنگین سے 15 افراد فرار ہوگئے اور اپنی چیک پوسٹیں مجاہدین کے لیے خالی چھوڑ دیں۔

بعض وقت لوگ مجبوراً مجاہدین کی صفوں میں شامل ہو جاتے ہیں جس کی بہترین مثال 13 اپریل بروز پیر پیش آنے والا وہ واقعہ ہے جس میں صوبہ فاریاب ضلع پشتون کوٹ کے 11 فوجیوں نے اپنے کمانڈر سمیت ہتھیار ڈالدیے اور مجاہدین سے مل گئے۔

اس کی پوری تفصیل امارت اسلامیہ کے جلب وجذب کمیشن کی رپورٹ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

ماضی میں بھی داخلی دشمنوں نے اپنے آقاوں کی تقلید میں ہمارے بے گناہ ہم وطنوں کی لاشوں پر سیاست کی ہے اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ ملک کے مختلف حصوں میں شکست کا شکار ہونے کے بعد کابل انتظامیہ نے مجاہدین کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے کا آغاز کردیا۔ انہوں نے ایک تو بے شمار لوگوں کا خون بہایا اور دوسری طرف اس کا الزام بھی مجاہدین پر لگایا۔

18 اپریل بروز ہفتہ جلال آباد کا تاریخی واقعہ بھی ہوا اور 2 بے رحمانہ دھماکوں میں بچوں سمیت 33 بے گناہ لوگوں کی جانیں لیں۔

اسی روز فوجیوں نے دایکنڈی کے ضلع اجرستان سے 5 افراد کو پہلے اغوا کیا اور بعد ازاں شہید کرڈالا۔ تاکہ اس طرح کے واقعات کا الزام مجاہدین پر لگا کر انہیں بدنام کیا جاسکے۔ مگر اللہ جل جلالہ نے ان کی یہ سازش ناکام بنادی اور ہمارے مسلمان بھائی ان کے شیطانی کھیلوں میں نہ آسکے۔

> چوری، ڈکیتی، رشوت، کرپشن، منشیات کی اسمگلنگ اور اس میں اضافہ کے حوالے سے کابل انتظامیہ کو دنیا بھر میں پہلا نمبر حاصل کیے ہوئے اب ایک عشرہ ہونے کو ہے۔ امریکی مصارف کی نگرانی کرنے والے ادارے نے اعلان کیا ہے کہ وہ منصوبے جو امریکا کی جانب سے امریکا میں شروع کیے گئے ہیں ان میں سے 50 فیصد کا کوئی ریکارڈ نہیں رکھا گیا۔ رپورٹ میں کہا گیا کہ اس بین الاقوامی چوری میں امریکی آقاوں نے اپنے ملک کے چوروں کو بھی حصہ دیا ہے۔

عہد شکنی:

جان کیری کی جانب سے کابل انتظامیہ کے دو سربراہان کے درمیان مصالحت کے بدلے میں کابل انتظامیہ نے امریکا کے ساتھ سیکیورٹی معاہدے پر دستخط کردیے۔

اس معاہدے میں کہا گیا تھا کہ جارح فوجی صرف اپنے اڈوں اور مقررہ مقامات تک محدود رہیں گے۔ وہاں سے نکلنے اور کارروائی کی اجازت انہیں نہیں ہوگی۔ مگر 15 اپریل کو ذرائع ابلاغ نے امریکی وزارت دفاع کے مشیر برائے حقوق کی زبانی لکھا کہ امریکی فوجی اب بھی افغانستان کی جنگ میں ملوث ہیں۔ یہ وہی چیز ہے جسے اس معاہدے کی صریح خلاف ورزی کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ شمال میں مجاہدین کے خلاف جنگ میں بیرونی جارحیت پسندوں کی موجودگی اس معاہدے کی صریح خلاف ورزی ہے۔

اسی وجہ سے اور اس کے ساتھ ساتھ مجاہدین کی مسلسل کامیابیوں نے عوامی جرگے کو بھی ڈالروں کے نشے سے باہر نکالا اور مطالبہ کیا کہ ملت فروشی کے اس معاہدے پر نئے سرے سے غور کیا جائے اور امریکی فوج کو مزید ان مقامات سے ہلنے جلنے کی اجازت نہ دی جائے جو صاف الفاظ میں انہیں فروخت کیے گئے ہیں۔

یوناما اور منافقت کا تکرار:

یوناما اگرچہ بظاہر خود کو غیر جانبدار کہتا ہے مگر گذشتہ 13 سالہ جنگ میں ہمیشہ منافقانہ طرز عمل اختیار کیے رکھا۔ ہمیشہ جارحیت پسندوں اور مزدوروں کی نمائندگی کی ہے۔ اس سلسلے میں 13 اپریل کو ایک بار پھر عوامی نقصانات کی رپورٹ نشر کرتے ہوئے 73 فیصد مجاہدین پر الزام لگایا کہ وہ عوامی نقصانات میں ملوث ہیں۔ یہ دعوی اگرچہ بارہا جھوٹا ثابت کیا جاچکا ہے اور اس کے جھوٹ کے مضبوط شواہد پیش کیے گئے ہیں مگر پھر بھی اقوام متحدہ کے بیس میں یہ دشمن اور ان کے نمائندے امارت اسلامیہ کا یہ مطالبہ تسلیم نہیں کرتے کہ ایک آزاد اور غیر جانبدار وفد کا تعین کیا جائے تاکہ سچے حقائق جمع کرکے لوگوں کے سامنے پیش کیے جائیں۔

ذرائع ابلاغ کو تنبیہ:

جنگ کے آغاز سے اب تک چند ایسے اہل قلم جنہوں نے اپنے افکار اور اپنے قلم چند روپوں کے عوض نیلام کررکھے ہیں دشمنوں نے ایسے اہل قلم کی خدمات خرید کر انہیں جھوٹے اور شرمناک پروپیگنڈہ کرنے کی ذمہ داری سونپی ہے۔

اس سے قبل بھی امارت اسلامیہ نے ان مردہ ضمیروں سے مطالبہ کیا تھا کہ اسلام مخالف سرگرمیوں سے باز آجائیں، مگر 27 اپریل کو پہلی بار ان ذرائع ابلاغ کو جنہوں

نے اپنے فکر اور قلم جارحیت پسندوں کی خدمت کے لیے وقف کر رکھے تھے کو تنبیہ کی کہ مجاہدین کے خلاف اپنے جھوٹے پروپیگنڈوں سے باز آجائیں۔ صحافت کے اصولوں اور تقدس کا خیال رکھیں۔ صرف سچے اور زمینی حقائق لوگوں تک پہنچائیں۔ وگرنہ عوام کے محاسبے کا ہاتھ تمھارے گریبانوں تک ضرور پہنچے گا۔

جمہوریت کی سوغات:

جمہوریت اور جارحیت کی دونوں بلائیں ایک جگہ ہمارے وطن میں آئی ہیں۔ جارحیت پسند چاہتے تھے کہ طاقت کے ذریعے جن اہداف کو حاصل نہ کرسکے انہیں جمہوریت کے ذریعے حاصل کریں۔ وہی جمہوریت جس نے معاشرے میں بے حیائی، بے عفتی اور فحاشی کی ترویج کے بغیر کوئی کام نہیں کیا۔

محارم کے ساتھ زنا، اسلامی شعائر کی توہین، قرآن کریم کو آگ میں ڈالنے اور اسلام سے ارتداد وغیرہ وہ تحفے ہیں جو جمہوریت کے ساتھ یہاں آئے ہیں۔ 28 اپریل کو ایک ایسی ہی بلا نے سر اٹھایا وہ یہ کہ ذرائع ابلاغ نے کابل انتظامیہ کے زیر انتظام اداروں میں 90 فیصد جنسی تشدد اور اذیت سے پردہ اٹھایا۔

«WCLRF» ادارے کا کہنا ہے کہ انہوں نے یہ رپورٹ 365 ان لڑکیوں سے گفتگو کے بعد تیار کی ہے جن پر جنسی تشدد کیا گیا تھا۔ یہ بات بھی یہاں قابل ذکر ہے کہ یونیورسٹیوں میں بعض اساتذہ کی جانب سے زبردستی طالبات کو جنسی عمل پر مجبور کیا جاتا ہے۔ رپورٹوں میں بتایا گیا ہے کہ وہ طالبات جو اساتذہ کے ان حیوانی مطالبات کو پورا نہیں کرپاتیں وہ امتحانات میں فیل ہوجاتی ہیں۔

وزراء کا تعارف اور اسکی تائید:

جان کیری کی جانب سے زبردستی بنائی گئی حکومت کا 6 ماہ سے زیادہ عرصہ گذرنے کے بعد اب تک نہ وہ خود سمجھ پائے کہ کیا کریں اور نہ لوگ سمجھ پائے کہ وہ کیا کرنے جارہے ہیں۔ بالاخر کئی ممالک کی جارحیت کا شکار فریق آگے آیا اور اپنی جانب سے چند ناموں پر اتفاق کے بعد یکم اپریل کو کابینہ کے ناموں کا اعلان کیا اور اس کے 18 دنوں بعد نام نہاد نمائندوں نے اس کی تائید کی۔ کہا جاتا ہے کہ ان وزراء کے نام بے انتہاء پیسوں کی وصولی کے بعد لیے گئے ہیں۔ اسی لیے بلا کسی پس منظر اور نامزد شخص کے لیے طے کردہ شرائط کے اعلان کے بغیر ہی ایک ہی دفعہ میں 16 وزراء کے ناموں کی تائید کردی گئی۔

کابل انتظامیہ اور عالمی رسوائی:

کابل انتظامیہ کے دونوں سربراہان اب بھی انہیں بیرونی دوروں کے مواقع تلاش کرنے کی کوششوں میں ہیں جہاں عیش وعشرت کے رسیا اپنے سینکڑوں دیگر دوستوں کو بھی لے جاتے ہیں اس کے باوجود میزبان ملک اور عالمی مبصرین سے انہیں کوئی حیا نہیں آتی۔ اسی لیے کینیڈا نے ان کے دورے کی درخواست مسترد کردی کیوں کہ ان کے ساتھ دورے کے عام شرکاء کی تعداد سفیروں اور حکومتی اہلکاروں سے زیادہ تھی۔ ہوسکتا ہے سیاست کی تاریخ میں پہلی بار ایسا ہوا ہو کہ کسی ملک کے صدر کا باقاعدہ دورہ صرف اس لیے مسترد کردیا جائے کیوں کہ حکومت نے اس دورے کے ساتھ ایک اور عالمی ریکارڈ بھی اپنے نام کرلیا ہے۔

ماہر چور اور عالمی چوری:

چوری، ڈکیتی، رشوت، کرپشن، منشیات کی اسمگلنگ اور اس میں اضافہ کے حوالے سے کابل انتظامیہ کو دنیا بھر میں پہلا نمبر حاصل کیے ہوئے اب ایک عشرہ ہونے کو ہے۔ امریکی مصارف کی نگرانی کرنے والے ادارے نے اعلان کیا ہے کہ وہ منصوبے جو امریکا کی جانب سے امریکا میں شروع کیے گئے ہیں ان میں سے 50 فیصد کا کوئی ریکارڈ نہیں رکھا گیا۔ رپورٹ میں کہا گیا کہ اس بین الاقوامی چوری میں امریکی آقاوں نے اپنے ملک کے چوروں کو بھی حصہ دیا ہے۔

رجب المرجب کے مہینے میں ہونے والے کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات: صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	اجیروں کی ہلاکتیں	اجیروں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات: مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
-1	قندہار	88	3	5	6	165	59	30	11	7	3
-2	ہلمند	146	2	0	0	248	145	68	11	14	0
-3	غزنی	105	0	0	0	138	118	32	4	16	0
-4	خوست	65	0	0	0	82	51	14	6	7	0
-5	نورستان	11	0	0	0	4	3	0	0	0	0
-6	میدان وردگ	130	0	0	0	138	69	21	9	5	0
-7	کونڑ	112	0	0	0	96	67	15	1	1	0
-8	پکتیکا	45	0	0	0	75	36	4	3	5	0
-9	زابل	159	0	0	0	148	60	33	5	9	0
-10	لوگر	57	0	0	0	58	44	12	0	0	0
-11	کاپیسا	18	0	0	0	11	11	0	2	0	0
-12	روزگان	22	0	0	0	19	9	4	1	3	0
-13	پکتیا	91	0	0	0	106	88	26	3	1	0
-14	فراہ	31	0	0	0	150	178	26	9	45	0
-15	کابل	41	3	7	5	69	44	15	3	0	1
-16	ننگرہار	120	0	0	0	113	187	15	3	14	0
-17	لغمان	52	0	0	0	22	46	7	1	3	0
-18	ہرات	46	0	0	0	47	36	16	5	5	0
-19	نیمروز	24	0	0	0	65	41	8	1	6	0
-20	بادغیس	29	0	0	0	68	49	5	4	23	0
-21	قندوز	118	0	0	0	312	223	41	6	14	0
-22	بغلان	69	0	0	0	151	119	21	1	3	0
-23	فاریاب	35	0	0	0	28	29	6	4	4	0
-24	غور	19	0	0	0	40	14	2	4	6	0
-25	پروان	35	0	4	0	17	12	5	0	1	0
-26	تخار	14	0	0	0	11	15	0	3	0	0
-27	سمنگان	11	0	0	0	14	16	2	2	1	0
-28	بدخشان	23	0	0	0	52	33	0	3	6	0
-29	بامیان	9	0	0	0	2	0	0	0	0	0
-30	بلخ	20	0	0	0	29	25	9	1	0	0
-31	جوزجان	18	0	0	0	40	28	8	0	1	0
-32	دائی کنڈی	10	0	0	0	3	11	1	0	0	0
-33	سرپل	16	0	0	0	20	37	1	2	4	0
-34	پنج شیر	10	0	0	0	3	0	0	0	0	0
	مجموعہ	1799	8	16	11	2544	1903	447	108	204	4

دشمن کے گرائے جانے والے طیارے:
1- غور میں دو ہیلی کاپٹر
2- غزنی میں دو ہیلی کاپٹر
3- خوست میں ایک طیارہ
4- غور میں دو ہیلی کاپٹر

Fresh news

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

4th Year June 2015

انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ برما میں جاری مسلسل وحشیانہ کارروائیوں کے خلاف اب تک اقوام متحدہ، اسلامی کانفرنس، انسانی حقوق کی تنظیمیں، خواتین اور بچوں کے حقوق کی تنظیمیں مناسب رد عمل نہیں دکھا رہی ہیں۔

امارت اسلامیہ افغانستان روہنگیائی مسلمانوں کے ساتھ جاری ظلم اور دہشت کی انتہائی شدید الفاظ میں مذمت کرتی ہے اور اقوام متحدہ، اسلامی کانفرنس، علاقائی ممالک، بچوں اور مجموعی طور پر انسانی حقوق کے ممالک سے مطالبہ کرتی ہے کہ برما میں جاری انسانیت کشی پر خاموشی توڑ دیں۔ برما حکومت پر دباو ڈالا جائے کہ جلد از جلد روہنگیائی مسلمانوں کی نسل کشی کا راستہ روکے اور مجرموں کو عدالت کے کٹہرے میں حاضر کرے۔

برما کی صورتحال پر امارت اسلامیہ افغانستان کے اعلامیہ سے اقتباس